ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان
9 شوال 1433ھ —— ستمبر 2012ء

کرپٹ حکمران، مایوس قوم
"روشن مستقبل"؟

- آیت مودّۃ فی القربیٰ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ
- مولانا ابوالکلام آزاد کی نثر
- رمشا کیس اور قانون توہینِ رسالت

بیاد مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ـــــ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ معمورہ

بانی: سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ
قائم شدہ: 28 نومبر 1961ء

دارِ بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان

خصوصیات

★ الحمدللہ مدرسہ معمورہ اپنے تعلیمی و فکری سفر میں ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے
★ درجہ متوسطہ سے درجہ مشکوٰۃ شریف تک داخلے ★ دارالافتاء کا قیام
★ صرف و نحو کا، ماہر اساتذہ کی نگرانی میں اجراء ★ قیام و طعام، وظیفہ اور علاج کی سہولت
★ علمی، فکری، اخلاقی اور روحانی تربیت ★ تقریر و تحریر کی تربیت ★ دارالمطالعہ کی سہولت
★ ماہانہ مجلس ذکر ★ سالانہ ختم نبوت کورس ★ طالبات کے لیے جامعہ بستانِ عائشہ میں حفظ و ناظرہ قرآن، درسِ نظامی اور پرائمری، مڈل شعبوں میں تعلیم جاری ہے

تعمیری منصوبے

• وسیع بیسمنٹ ہال • دارالقرآن • دارالحدیث • دارالمطالعہ اور دارالاقامہ کے لیے 24 کمروں پر مشتمل دو منزلہ عمارت کی تعمیر شروع کی جارہی ہے۔
تخمینہ لاگت بیسمنٹ ہال (20,00,000) بیس لاکھ روپے، لاگت فی کمرہ چار لاکھ روپے ہے
تخمینہ لاگت درس گاہیں، ہاسٹل، لائبریری، مطبخ (1,00,00,000) ایک کروڑ روپے
صدقہ جاریہ میں حصہ لیں اور نقد و سامانِ تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون فرما کر اجر حاصل کریں۔
نیز طلباء کی ضروریات کے لیے زکوٰۃ و عشر، صدقات اور عطیات سے تعاون فرمائیں۔

ترسیلِ زر:
بذریعہ بینک: چیک یا ڈرافٹ بنام سید محمد کفیل بخاری مدرسہ معمورہ
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 2-3017 یو بی ایل کچہری روڈ ملتان
بذریعہ آن لائن: 2-3017-010 بینک کوڈ: 0165

رابطہ:
061 - 4511961
0300-6326621
majlisahrar@yahoo.com
majlisahrar@hotmail.com

الداعی الی الخیر: ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری
مہتمم مدرسہ معمورہ ملتان

بیاد سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ
بانی ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

جلد 23 شمارہ 09 شوال 1433ھ — ستمبر 2012ء
Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

تشکیل

دل کی بات:	کرپٹ حکمران، مایوس قوم، "روشن مستقبل"؟	مدیر	2
شذرات:	رمشا کیس اور قانون توہین رسالت دارالعلوم کراچی پر پولیس اور رینجرز کا دھاوا	عبداللطیف خالد چیمہ	4
دین و دانش:	میدانِ اُحد	شاہ بلیغ الدین	6
//	آیت مودۃ فی القربیٰ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ	پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی	10
//	آیاتِ قرآنی کی تعداد؟	محمد عبداللہ شارق	17
افکار:	سنو کہانی!	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	19
//	مارکیٹ کا آنکھوں دیکھا حال	حسین الرحمٰن	21
//	قانون توہین رسالت میں ترمیم کی کوشش پر سخت احتجاج کریں گے	منصور اصغر راجہ	23
ادبیات:	مولانا ابوالکلام آزاد کی نثر	ڈاکٹر محمد حسن	25
//	منقبت (کاتب وحی، امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ)	حکیم سید سرو سہارنپوری	28
//	غزل	پروفیسر خالد شبیر احمد	29
آپ بیتی:	ورق ورق زندگی (قسط:۱۶)	پروفیسر خالد شبیر احمد	30
حسن انتقاد:	تبصرۂ کتب	جاوید اختر بھٹی	37
یادِ رفتگان:	بنت مولانا محمد گل شیر شہید کی رحلت	حافظ نصیر الدین	40
مطالعہ قادیانیت:	میرا آج اور تمہارا کل	راجہ نعمان (سابق قادیانی)	42
//	7 ستمبر: قادیانیت کا یوم حساب	محمد نعمان سنجرانی	48
//	تحریک ختم نبوت...... زندہ باد	سہیل باوا (لندن)	54
تراجم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	57
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	58

فیضانِ نظر
حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی
ابن امیر شریعت حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری
kafeel.bukhari@gmail.com

رُفقاءِ فکر
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
سید صبیح الحسن ہمدانی
sabeeh.hamdani@gmail.com
سید عطاء المنان بخاری
atabukhari@gmail.com

تزئین
محمد نعمان سنجرانی
nomansanjrani@gmail.com

سرکولیشن نمبر
سید محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ
اندرون ملک —— -/200 روپے
بیرون ملک —— -/1500 روپے
فی شمارہ —— -/20 روپے

ترسیل زر بنام ماہنامہ نقیب ختم نبوت
بذریعہ آن لائن اکاؤنٹ نمبر 1-5278-100
بینک کوڈ 0278 یو بی ایل ایم ڈی اے چوک ملتان

رابطہ
دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961
www.ahrar.org.pk
www.alakhir.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریک تحفظ ختم نبوت شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام پاکستان

مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل نو پرنٹرز
Dar-e-Bani Hashim, Mehrban Colony, Multan.(Pakistan)

دل کی بات　　　　مدیر

کرپٹ حکمران، مایوس قوم، ''روشن مستقبل''......؟

موجودہ حکومت کے دوسرے وزیراعظم راجہ پرویز اشرف ۲۷/اگست ۲۰۱۲ء کو توہینِ عدالت کیس میں سپریم کورٹ میں پیش ہوئے۔ ۵۵ منٹ کی سماعت کے بعد عدالتِ عظمیٰ نے انہیں سوئس حکام کو خط لکھنے کا حکم دیا۔ وزیراعظم نے چھے ہفتوں کی مہلت مانگی لیکن عدالت نے ۲۲ دن کی مہلت دے کر ۱۸/ستمبر ۲۰۱۲ء کو دوبارہ پیش ہونے کا حکم جاری کیا۔ حکومت اور عدلیہ کا تصادم جاری ہے جسے حکمران ''سیاسی بصیرت'' سے طویل کر کے اپنی مدتِ اقتدار پوری کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ اس تصادم میں یوسف رضا گیلانی اپنے انجام کو پہنچ چکے اور پرویز اشرف پہنچنے کے منتظر ہیں۔

پاکستان میں حکومتی سطح پر کرپشن تو ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے، پہلے چوری چھپے تھی اب علانیہ ہے۔ ملکی تاریخ میں سب سے زیادہ کرپشن کے الزامات موجودہ حکمرانوں پر لگے۔ صدر، وزیراعظم اور ارکانِ اسمبلی سب کرپشن کے الزامات کی زد میں ہیں۔ میڈیا کے مطابق موجودہ وزیراعظم راجہ پرویز اشرف بھی رینٹل پاور سکینڈل کے مرکزی کردار ہیں۔ محروم اقتدار سیاست دان اور عوام مایوسی کا اظہار کر رہے ہیں یہاں تک کہ ملک کی بقا و سلامتی بھی سوالیہ نشان بن کر رہ گئی ہے۔ اُدھر حکمران قوم کو ایک خوش حال، ترقی یافتہ اور مضبوط پاکستان کی نوید مسرت سنا رہے ہیں۔ ماضی میں بھی حکمران یہی کچھ کرتے آئے ہیں۔ مرحوم مشرقی پاکستان میں، مغربی پاکستان کی فوج شکست کھا چکی تھی لیکن صدر جنرل یحیٰ خان قوم کو فتح و کامرانی اور دشمن کے مکمل صفایا کی خبریں سنا رہے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ریاستی ادارے مکمل طور پر تباہ ہو چکے ہیں اور ملک میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا سسٹم چل رہا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ قومی اداروں میں کرپشن کے ریکارڈ قائم کرنے کی دوڑ لگی ہوئی ہے۔ پی آئی اے کے ۱۷ جہاز گراؤنڈ ہو چکے ہیں۔ جو باقی بچے ہیں ان کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے۔ کئی کئی گھنٹوں کی تاخیر سے پروازیں پہنچ رہی ہیں۔ حج و عمرہ کے عازمین سے لے کر انٹرنیشنل اور اندرون ملک پروازوں کے مسافر حکمرانوں کو بد دعائیں دے رہے ہیں۔ ریلوے غریب عوام کے سفر کا بہترین ذریعہ تھی مگر مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہے۔ انجن ہیں تو خراب، یا اُن کو چلانے کے لیے تیل نہیں۔ کئی گاڑیاں بند ہو چکی ہیں۔ مسافر ریلوے اسٹیشن پر توڑ پھوڑ کر کے احتجاج کر رہے ہیں اور گاڑیوں کو جلا رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں ریلوے کے تین جنرل مینیجرز نے نیب کے روبرو بیان دیا کہ ہم نے چین سے تین گنا زائد قیمت پر انجن خریدے جبکہ چین سے منگوائے گئے پرزے اسٹورز میں پڑے پڑے ناکارہ ہو چکے ہیں۔ اُدھر انجنوں کی مرمت کا ٹھیکہ ایک امریکی کمپنی کو دے دیا گیا ہے۔

پیٹرول، گیس اور بجلی کی قیمتوں میں روز افزوں اضافے نے عوام کے چولہے ٹھنڈے، گھر تاریک اور زندگی اجیرن کر دی ہے۔ لوڈ شیڈنگ بدستور جاری ہے جس سے کاروبارِ زندگی معطل ہو کر رہ گیا ہے۔ معیشت کی بربادی اور صنعتی زوال کی صورتِ حال یہ ہے کہ پاکستانی صنعت کار بنگلہ دیش منتقل ہو گیا ہے۔ ٹیکسٹائل انڈسٹری تقریباً بنگلہ دیش منتقل ہو چکی ہے۔ جبکہ بھارت، پاکستانی تاجروں اور صنعت کاروں کو دعوت دے رہا ہے۔ اپنے ملک میں تمام تر وسائل ہونے کے

باوجود قوم اُن سے مستفید ہونے سے محروم ہے یہ ہماری بداعمالیوں اور بددیانتیوں پر اللہ کی طرف سے سزا نہیں تو اور کیا ہے۔ وطنِ عزیز میں گیس کے بے پناہ ذخائر موجود ہیں مگر ہماری حالت دیکھ کر بھارت ہمیں گیس اور بجلی دینے کی پیش کش کر رہا ہے۔ محکمہ ڈاک سے عوام کا اعتماد ختم ہو چکا ہے اور پرائیویٹ کوریئر کمپنیوں نے اس کی جگہ لے لی ہے غرض ہر شعبے میں کرپشن اپنے عروج پر ہے اور قوم مایوسیوں کے گڑھے میں گری سسکیاں لے رہی ہے۔

حکمران اقتدار کے نشے میں بدمست ہیں اور انہیں ہر طرف سب اچھا اور ملک کا مستقبل روشن نظر آ رہا ہے۔ سب ٹھیک ہے، سب درست ہو جائے گا کی خوشامدانہ صدائیں سنائی دے رہی ہیں۔ انہیں صرف اپنے اقتدار بچانے اور پنجاب کو تقسیم کر کے مزید تین صوبے بنانے کی فکر لاحق ہے۔ کمیشن قائم کر کے فرحت اللہ بابر کو چیئرمین بنا دیا ہے۔ اتحادی پارٹیاں ملکی مفاد میں صوبے نہیں بنانا چاہتی بلکہ ذاتی مفاد اور مدمقابل سیاسی پارٹی کو شکست دینے کے لیے یہ قومی فریضہ انجام دینا چاہتی ہیں، اے این پی مزید صوبوں کے حق میں ہے لیکن ڈیرہ اسماعیل خان اور ٹانک سے دست بردار ہونے کے لیے تیار نہیں۔ ایم کیو ایم مزید صوبے بنانے کی قرارداد کی محرک ہے لیکن سندھ کی تقسیم اور کراچی کو الگ صوبہ ماننے کے لیے تیار نہیں۔ وزیراعلیٰ بلوچستان جو پیپلز پارٹی کے رہنما ہیں وہ سرے سے نئے صوبوں کے حق میں ہی نہیں۔ پنجاب اسمبلی میں نئے صوبوں کے قیام کے حوالے سے شرم ناک دھینگا مشتی جاری ہے۔ یہ سوچے بغیر کہ اس بدتمیزی، منافقت اور سیاسی اجارہ داری کے زعم کا انجام کیا ہوگا، حکمران شاہراہِ سیاست پر بے لگام اور منہ زور گھوڑے کی طرح بگٹٹ دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ اور نہایت ڈھٹائی کے ساتھ مایوس قوم کو روشن مستقبل کی نوید مسرت سنائے چلے جا رہے ہیں۔ اس رویے اور طرزِ عمل کو خود فریبی، خدا فراموشی اور قومی دھوکہ کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے، کیا اس سے ملک کا مستقبل روشن اور قوم کو مایوسی کے گڑھے سے نکال کر اعتماد و یقین کی فضا بحال کی جا سکتی ہے؟

جس امریکہ کی خوشامد و بے دام نوکری کی خوشی میں پاکستان کو افغانستان کے خلاف فرنٹ لائن سٹیٹ بنایا اور لاجسٹک سپورٹ فراہم کی اُسی امریکہ کے ڈرون حملوں سے ہزاروں بے گناہ شہریوں کو قتل کرایا۔ حتیٰ کہ عید الفطر کے روز مسلسل تین ڈرون حملوں کا تحفہ بھی وصول کیا۔ نام نہاد دہشت گردی کے خلاف اس امریکی جنگ میں سینکڑوں محبِّ وطن پاکستانی فوجی مروا کر بھی اس کا اتحادی بننے میں فخر محسوس کرنے والے حکمران پاکستان کا مستقبل کیا روشن کریں گے۔ قومی اسمبلی نے نیٹو سپلائی بند کرنے کا فیصلہ کیا تو امریکا کو دن میں تارے نظر آنے لگے لیکن کچھ عرصے بعد ''قومی کابینہ'' نے ''ڈرون حملوں کے عوض'' نیٹو سپلائی بحال کر دی۔ اب افغانستان میں امریکی افواج کے کمانڈر جنرل ایلن نے کہا کہ ملا عمر پاکستان میں چھپے ہوئے ہیں اور پاکستان کے قبائلی علاقوں سے افغانستان پر حملے ہوتے ہیں۔ امریکہ کبھی حقانی گروپ کے خلاف کارروائی کا پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے، کبھی حقانی سے مذاکرات کی خواہش کا اظہار کرتا ہے، کبھی طالبان کو افغانستان میں تین صوبوں کی حکومت کا چکمہ دیتا ہے اور کبھی طالبان سے مذاکرات کرتا ہے۔ گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے والے اُلّو کے قومی نشان کے حامل عہد شکن اور بدعہد امریکہ سے پاکستان کو کچھ نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ امریکہ، افغانستان سے جائے گا اور ہر صورت میں ذلت سے دوچار ہو کر جائے گا لیکن جاتے جاتے پاکستان کا نقصان ضرور کر جائے گا۔ بلوچستان میں اس کی مشقیں شروع ہیں اور اقوام متحدہ کی ٹیم جائزہ لینے کے لیے پہنچ گئی ہے۔ اے کاش ہمارے حکمرانوں کو یہ بات سمجھ آ جائے اور وہ وزیرستان میں غیر علانیہ آپریشن بند کر دیں اور علانیہ آپریشن سے گریز کریں۔

رمشا کیس اور قانون توہین رسالت

عبداللطیف خالد چیمہ

قانون توہین رسالت آج کل پھر عالمی ایجنڈے کی زد میں ہے۔ ویسے تو جب سے یہ قانون تعزیرات پاکستان میں شامل ہوا تب سے ہی عالم کفر کو کھٹک رہا ہے اور ہمارے حکمران و سیاستدان محض امریکی تابعداری اور اپنے سیاسی مفادات کے تحفظ کے لیے کم و بیش وہی بولی بول رہے ہیں جس کا ان سے تقاضا کیا جاتا ہے۔ یہی ہمارا قومی و سیاسی المیہ بھی ہے اور یہی سیاستدان بلا مبالغہ وطن عزیز میں بڑھتی ہوئی امریکی مداخلت کے ذمہ دار بھی ہیں۔ ''گزشتہ مہینے ۱۶؍اگست کو اسلام آباد میں میراں جعفر محلّہ بخشاں (سیکٹر جی ۲) نزد گولڑہ شریف کی ایک مسیحی لڑکی (جس کی عمر ۱۳ سے ۱۷ سال بیان کی جاتی ہے) اپنے گھر کی چھت پر بیٹھ کر کاغذ جلا رہی تھی کہ جس میں سے ایک کاغذ اڑ کر گھر کے باہر گلی میں آ کر گرا۔ عین اُسی وقت مسلمان نماز کے لیے وہاں سے گزر رہے تھے۔ ان کی جب اوپر سے گرتے ہوئے کاغذ پر نظر پڑی تو وہ قرآن پاک کا شہید ورق تھا۔ اِسی اثناء میں معلوم ہوا کہ یہ مکروہ عمل ''رمشا مسیح'' نامی لڑکی سے سرزد ہوا ہے۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور اس حوالے سے گاؤں کے مولوی صاحب نے گاؤں کے نمبردار کو آگاہ کیا انہوں نے پولیس کو آگاہ کیا اور وہ لڑکی گرفتار کر کے لے گئی''۔ (روزنامہ ''اُمت'' کراچی ۲۳؍ اگست ۲۰۱۲ء)

قرب و جوار میں ردِ عمل فطری بات تھی مگر لڑکی کو پولیس کے حوالے کرنے سے وقتی اشتعال کم ہوا۔ ایف آئی آر درج ہوگئی متعلقہ ایس ایچ او کا کہنا ہے کہ لڑکی دیکھنے میں ۱۵ سال کی لگتی ہے۔ امریکی و مغربی میڈیا نے اپنے طے شدہ ایجنڈے کے مطابق اس کو مختلف رنگ دیے اور یہ بھی کہا کہ لڑکی پاگل ہے اور اس کی عمر ۱۱ سال ہے۔ نیویارک ٹائمز اور مغربی اخبارات نے اِس واقعے کو اپنی مرضی اور ضرورت کے مطابق اُچھالا، لیکن افسوس کہ مخصوص این جی اوز کے زیر اثر صدر زرداری نے اس پر جو بیان دیا وہ یہ تھا کہ ''توہین رسالت قانون کو غلط استعمال نہیں ہونے دیں گے'' سوال یہ پیدا ہوتا ہے اور اس پر ہم نے مسلسل لکھا بھی ہے کہ کیا حکومت بقیہ قوانین کے غلط استعمال پر راضی ہے؟ کیا تعزیرات پاکستان میں قتلِ عمد کی دفعہ ۳۰۲ کا غلط اور صحیح استعمال نہیں ہو رہا؟ اس پر صدر زرداری، حکومت اور سیاستدان کیوں نہیں بولتے کہ ''ہم دفعہ ۳۰۲ کا غلط استعمال نہیں ہونے دیں گے''۔ بہ ہوش و حواس ہماری پختہ رائے ہے کہ آئین کی اسلامی دفعات خصوصاً تحفظ ناموس رسالت اور تحفظ ختمِ نبوت جیسے قوانین عالمی قوتوں، اداروں اور صہیونی ایجنٹوں کو کسی صورت قابل قبول نہیں۔

پاکستان میں کسی حوالے سے عارضی رکاوٹ عالمی قوتوں کا ہاتھ روک دیتی ہے مگر عالمی ایجنڈا وہیں کا وہیں ہے۔ جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے ٹھیک فرمایا ہے کہ ''ملک ہم نے بچایا، آنے والا وقت پگڑی اور داڑھی والوں کے لیے بُرا ہے'' (روزنامہ ''نئی بات'' لاہور ۲۷ راگست ۲۰۱۲ء) ہم اس سے اتفاق بھی کرتے ہیں اور مذہبی جماعتوں اور محبّ وطن سیاسی حلقوں سے گزارش کرتے ہیں کہ حقیقی صورتحال کا ادراک کریں۔ وفاقی وزیر داخلہ عبدالرحمٰن ملک نے ایف آئی اے کے ڈائریکٹر جنرل جیسے اہم منصب پر ایک سکہ بند قادیانی انور ورک کو مسلط کر دیا ہے۔ یہ سب ایک ہی ایجنڈے کا حصہ ہے۔ مگر ہم نے صورتحال کو بھانپ کر اور سیاسی و ذاتی مفادات سے الگ ہو کر نہ سوچا تو پانی سر سے گزر جائے گا۔ رمشا کیس کے حوالے سے ہم یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ حکومت نہ تو براہ راست اس پر اثر انداز ہو اور نہ ہی امریکی و مغربی مداخلت قبول کرے۔ اِس کیس کو عدالت پر چھوڑ دیا جائے اور حکومت اپنی غیر جانبداری کو یقینی بنائے۔

دار العلوم کراچی پر پولیس اور رینجرز کا دھاوا:

دینی مدارس، مساجد مسلمانوں کے ایسے مراکز ہیں جہاں سے رُشد و ہدایت پھوٹتی ہے اور اُمت مسلمہ کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ امریکہ اور عالمی کفر، یہ سمجھتا ہے کہ اُس نے سیاست و معیشت کے ذریعے پوری دنیا پر ایک حد تک کنٹرول حاصل کر لیا ہے۔ لیکن دنیا بھر میں اگر کوئی طبقہ سرنڈر نہیں ہو رہا تو وہ مذہبی طبقہ یا طبقات ہیں۔ لیکن ہم اِسے اپنے لیے شکر کے ساتھ ''کریڈٹ'' سمجھتے ہیں اور سمجھتے رہیں گے کہ دنیا بھر میں دینی طبقات کفر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بیٹھے ہیں اور ہتھیار ڈالنے کے لیے تیار نہیں بے شک جان چلی جائے۔ دار العلوم کراچی پاکستان کا قدیم ترین اور بڑا دینی ادارہ ہے۔ جس کے بانی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمتہ اللہ علیہ تھے۔ جس کو ان کے قابل قدر فرزندان مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی اور مولانا مفتی تقی عثمانی نے سنبھالا ہی نہیں بلکہ سنبھالنے کا حق ادا کر رہے ہیں۔ دار العلوم کراچی کے فکر کے اکابر نے تحریک پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ کراچی اور ڈھاکہ میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمتہ اللہ علیہ نے پاکستان کے پرچم لہرائے۔

یہ ادارہ پرامن تعلیمی سرگرمیوں کے حوالے سے اپنی منفرد اور باوقار پہچان رکھتا ہے۔ اس ادارے پر رمضان المبارک کے دوران ۱۰ راگست کو چھاپہ مارا گیا، دھاوا بولا گیا، بدتمیزی کی گئی، بعضوں کو گرفتار کیا گیا، تلاشی لی گئی لیکن منصوبہ بندی کے باوجود پولیس اور رینجر کو کچھ نہ ملا اور وہ نامراد واپس لوٹے۔ ملک بھر میں اس پر احتجاج ہوا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ اُسی عالمی ایجنڈے کا حصہ ہے جس کے تحت دینی تحریکوں کو کمزور کرنے کے لیے دینی مدارس کو ہدف بنایا جا رہا ہے۔ ایسے میں وفاق المدارس العربیہ اور تنظیماتِ مدارس عربیہ کے کارپردازان کو اپنا مؤثر کردار ادا کرنے کی ضرورت تھی، ہے اور رہے گی۔ مجلس احرارِ اسلام دینی مدارس، مساجد اور دینی تحریکوں کے ساتھ تھی اور آئندہ بھی اپنا کردار ادا کرنے میں کسی بھی پس و پیش سے کام نہیں لیا جائے گا۔ البتہ حکمرانوں کو سوچ لینا چاہیے کہ مفتی محمد رفیع عثمانی اور مفتی محمد تقی عثمانی کا صبر اُنہیں لے نہ ڈوبے۔

میدانِ اُحد

شاہ بلیغ الدینؒ

ہجرت کا تیسرا سال ہے۔ ۷؍شوّال کی صبح کو سورج طلوع ہوا تو ایک طرف سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند ہوا اور دوسری طرف سے اُعلُ اُلھُبَل (۱) کی صدائیں اُٹھیں اور دیوی دیوتاؤں کے جے کارے بھرے گئے۔

مدینہ منوّرہ کے شمال میں کوئی تین میل ادھر پہاڑی کے دامن میں مسلمان اور قریش پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ (۲) یہی میدانِ اُحد ہے۔

ابوسفیان اور عکرمہ تُلے بیٹھے ہیں کہ آج مسلمانوں سے جنگِ بدر کا بدلہ لیں گے۔ کوئی انہیں دیکھے تو سمجھے کہ خون کے پیاسے کسے کہتے ہیں۔ زندگی کے ہر اثاثے پھونک کر وہ میدانِ جنگ میں آئے ہیں۔ اور تو اور اُن کی عورتیں تک گھروں سے نکل آئی ہیں۔ ابوسفیان کی بیوی، خالد بن ولید کی بہن، عَمرو بن عاص کی شریکِ حیات اور مصعب بن عمیر کی ماں! قریش کے بڑے گھرانوں کی کون بہو بیٹی ہے جو آج یہاں نہیں! پندرہ عماریوں میں بھر کر ان کا قافلہ آیا ہے۔ (۳) ان کے سامنے بھلا اُن کے مردوں کے قدم پلٹ سکیں گے؟

یہ رجز پڑھتی ہوئی اپنے مردوں کو دیکھ رہی ہیں (۴) اِن کی غیرتوں کو للکار رہی ہیں۔ ایک سے ایک آتشیں بول ہے......

ہم ہیں ستارہ زادیاں
افلاک کی شہزادیاں
دکھلاؤ گے جرأت اگر لاؤ گے انسانوں کے سر
دیں گی مبارکبادیاں
افلاک کی شہزادیاں (۵)

میدانِ جنگ میں کون ہوگا جس کی غیرت ان اشعار کو سن کر جاگ نہ پڑے! قریش تو ویسے ہی جوشِ انتقام میں اندھے ہو رہے ہیں۔

اِدھر مسلمان ہیں عجب بے سروسامانی کا عالم ہے۔ منافق عبداللہ ساتھ چھوڑ کر جا چکا ہے اس کے تین سو ساتھی بھی اسلامی لشکر سے ٹوٹ چکے ہیں۔ مشکل سے سات سو جانباز اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے جلو میں ہیں۔ کوئی ان خدا کے نام لیواؤں پر نظر ڈالے! صرف دو گھوڑے ان کے پاس ہیں اُدھر سات سو گھوڑے اور تین ہزار اُونٹ! اِدھر صرف سو زِرہ پوش، اُدھر سات سو آہن پیکر، فولاد شکن! اِدھر سَمُرہ (۶) اور رافع (۷) جیسے لڑکے اُدھر قریش کے تین ہزار سورما!

(۸) دن چڑھا، نائے کرّائے اور دف برّائے۔ دونوں فوجیں ڈٹ کر کھڑی ہوگئیں، قریش کا کیا انتظام و انصرام ہے! سیدھے بازو خالد بن ولید کمان کر رہے ہیں اور الٹے ہاتھ عکرمہ! درمیان میں سردارِ لشکر ابوسفیان ہے، سوار صفوان کے تحت ہیں، تیرانداز ابنِ ربیعہ کے! طلحہ کے ہاتھ میں لات وہُبل کا پھریرا ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کی پہاڑی کے بالکل آگے اپنے جاں نثاروں کو صف بستہ کیا۔(۹) حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھوں میں مسلمانوں کا جنگی پرچم لہرا رہا ہے۔ حضرت زبیر فوج کے سالار ہیں۔(۱۰) بے زرہ سپاہیوں کا دستہ حضرت امیر حمزہ کے پاس ہے اور تیراندازوں کی ایک ٹکڑی جناب عبداللہ بن جُبیر کی نگرانی میں ہے۔ عَیْنَیْن پر مامور یہ دلاور یہودیوں کے ناگہانی حملے سے بھی مسلمانوں کی حفاظت کریں گے۔ یہودی میدانِ جنگ میں تو نہیں آس پاس کی بستیوں میں رہتے ہیں لیکن میدانِ جنگ میں کب کیا ہو جائے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ انہوں نے پہلے ہی مدینے میں خوف ناک خبریں پھیلا رکھی ہیں۔ اس لیے مجاہدِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بات کا خیال رکھا ہے۔ یہی تیرانداز اسلامی فوج کے پچھلے راستے کی حفاظت بھی کریں گے۔

طبلِ جنگ پر چوٹ پڑی، لڑائی شروع ہوئی۔ دونوں طرف سے جیالے دشمنوں کو للکارتے نکلے۔ اُدھر سے ابو عامر، طلحہ، عثمان اور ابوسعید آئے۔ اِدھر سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آگے بڑھے۔ وہ نعرے لگے کہ آسمان تھرّا اُٹھا۔ سب کو داؤ رواں تھے۔ ہر ایک گھات میں طاق تھا۔ یوں تلواریں چمکیں جیسے کوندے لپکے!

تھوڑی دیر میں ابو عامر پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوا اور طلحہ، عثمان اور ابوسعید کی لاشیں زمین پر پڑی تڑپنے لگیں۔ قریشی جرّاروں کا خون کھول گیا! پلک جھپکتے مسلمانوں کے قلبِ لشکر میں جا کر دُھواں دھار ہوگئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک تلوار تھی۔ آپ کبھی اسے دیکھتے کبھی اپنے فدائیوں کو دیکھتے۔ جس جاں نثار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم دیکھا شوق اور اضطراب کا ایک طوفان اسے لے ڈوبا۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا:(۱۱)

''کوئی ہے جو اسے مجھ سے لے اور اس کا حق ادا کرے''

اللہ اللہ یہ سعادت!

سبھی آگے بڑھنے کو تھے کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے پہل کی۔ اسلامی فوج کا سالار آگے بڑھا تو دوسرے رک گئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہ نہ فرمائی، پھر ارشاد ہوا:

''کون اس تلوار کو اس کے حق کے لیے لیتا ہے؟''

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پھر آگے بڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر دستِ مبارک روک لیا۔ جب تیسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہی الفاظ نکلے تو جاں نثاروں کے دل مچل گئے۔ بنی ساعدہ کے دلاور ابودُجانہ رضی

اللہ عنہ سے رہا نہ گیا۔ تڑپ کر آگے بڑھے۔ عرض کیا:

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میں اس کا حق ادا کروں گا۔ آپ حکم فرمائیں کہ اس کا حق کیا ہے؟''(۱۲)

ارشاد ہوا:

''کوئی مسلمان اس سے مارا نہ جائے اور کوئی کافر اس سے بچنے نہ پائے۔''

ابودُجانہ رضی اللہ عنہ نے سرِ تسلیم خم کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار عنایت فرمائی تو دلاور نہال ہوگیا۔ بے اختیار رجز کے بول زبان پر آگئے:(۱۳)

''یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار ہے۔ یہ رک نہیں سکتی۔ میں تھم نہیں سکتا۔ دشمن کی آخری صف تک میں ایک ایک کا سینہ چیر کر رکھ دوں گا۔''

عرب میں ابودُجانہ کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ بڑے بڑے سُورما ان کا نام سن کر پیٹھ پھیر دیتے تھے۔(۱۴) آج تو کچھ پوچھنا ہی نہ تھا، وہ اپنے مقدر پر نازاں تھے۔ لڑائی کو نکلے تو اس شان سے کہ ایک سُرخ رومال سر پر باندھ لیا۔ سینہ تانے گردن اکڑائے بڑی آن بان سے قدم آگے بڑھانے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار عنایت فرمائی تھی تو پاؤں ہی زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ ابودُجانہ رضی اللہ عنہ کا یہ حال دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''خدا کو یہ چال پسند نہیں، لیکن اس وقت یہ بہت خوب ہے۔''(۱۵)

ابودُجانہ رضی اللہ عنہ کو آج کون روک سکتا تھا۔ دشمنوں کی صفوں میں کہرام مچ گیا۔ جس پر ان کی تلوار اٹھی وہ زمین کا ہو رہا۔ ایک سرے سے نکلے تو دوسرے سرے تک درّاتے چلے گئے۔ صفیں الٹتے دشمن کے عقب میں پہنچے تو دیکھا کوئی بڑے جوش اور جذبے سے اپنے ساتھیوں کو للکار رہا ہے۔ ابودُجانہ رضی اللہ عنہ اس پر جھپٹے۔ تلوار ہوا میں لہرائی تو بَرق سی چمک گئی۔ دشمن پلٹا، دیکھا موت سر پر کھیل رہی ہے تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ ہاتھ جوڑ کر کہا:

''میں ہوں ہند! مجھ پر رحم کرو۔''

ہند کا نام سن کر ابودُجانہ رضی اللہ عنہ کا خون جوش کھا گیا لیکن وہ اُلٹے پاؤں پھر گئے۔ بہادر نے کہا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تلوار عورت پر نہیں اٹھے گی!
اس مقدّس تلوار کو پاک رکھنا ہی بہتر ہے۔''(۱۶)

ابودُجانہ رضی اللہ عنہ صفوں کو چیرتے آگے بڑھ رہے تھے کہ دیکھا دُور دشمن سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ دوڑ کر پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ ابنِ قمیّہ آگے بڑھا چلا آ رہا تھا۔ خود ڈھال بن کر کھڑے ہوگئے۔ تیر آ آ کر پیٹھ لہولہان کر رہے تھے، مگر یہاں تو جان وتن وار دینے کی دُھن سوار تھی۔(۱۷)

جنگ ختم ہوئی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حاضر تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار اُنہیں دی، فرمایا:

''اس کا خون دھوڈالو! آج اس نے اپنا حق ادا کردیا''

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا تو ارشاد فرمایا:

''صرف تمہاری تلوار ہی نے نہیں ابودُجانہ کی تلوار نے بھی آج اپنا حق ادا کردیا'' (۱۸)

اِدھر ابودُجانہ رضی اللہ عنہ جنہیں شہادت کی تمنا رہ گئی تھی، زخموں سے تڑپ تڑپ کر کہہ رہے تھے۔

ع.....حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

☆☆☆

حواشی

(۱) ہُبل اونچا رہے (۲) مکّہ معظّمہ اور مدینہ منوّرہ کا فاصلہ ۲۱۲ میل یا ۲۵۰ میل بتایا جاتا ہے۔ راستے مختلف تھے۔ فاصلہ اس سے کم اور اس سے زیادہ بھی ممکن ہے۔ ہجرت کے وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے کم فاصلے کا راستہ اختیار فرمایا تھا لیکن یہ کٹھن راستہ تھا۔ اس زمانے میں معروف راستے چار تھے جن میں سے تین رابغ سے ہوکر نکلتے تھے۔ (۳) واقدی۔ ابنِ سعد (احد) اور مسعودی تنبیہ واشراف (۴) طبری (۵) شاہنامۂ اسلام (حفیظ جالندھری) (۶) سَمُرہ بن جُندب ۱۵ برس کی عمر تھی (۷) رافع بن خُدَیج۔ یہ بھی ۱۵ برس کے تھے (۸) ہفتہ ۷؍شوّال ۳ھ مطابق ۲۳؍مارچ ۶۲۵ء۔ ابن اسحٰق نے ۱۵؍شوّال تاریخِ جنگ لکھی ہے (۹) احد کے جنوبی رُخ ایک قوس کی سی صورت بن گئی ہے یہیں شمالی سرے پر ایک پتلا سا راستہ ہے۔ اس کے بعد کھلا میدان آتا ہے۔ یہ بڑی محفوظ جگہ تھی۔ یہاں ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فوج کو صف آرا کیا۔ قریش واقدی کے بیان کے بموجب زغانتہ میں اُترے۔ ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ وادی قناۃ کے کنارے انہوں نے اپنی فوج کو ترتیب دیا۔ بعض روایتوں کی رو سے ان کی فوج پانچ ہزار پر مشتمل تھی عام طور پر تین ہزار تعداد بتائی جاتی ہے (۱۰) زرہ پوشوں کے سالار۔ زرہ پوش عموماً سوار ہوتے لیکن احد میں جس دستے کی حضرت زبیر نے قیادت کی وہ پیدل تھا۔ زرہ اور خَود لوہے کے ہوتے تھے۔ اس دور میں چمڑے کی زرہوں اور چمڑے کی ڈھالوں کا بھی رواج تھا۔ خَود میں گِدھ یا شتر مرغ کے پَر لگائے جاتے تھے۔ پیدل فوج بھی زرہ پہنتی۔ اس کا عام لباس گھٹنوں تک کرتا یا عبا، پاجامے اور جوتے ہوتے۔ دشمن کے سوار دستے کو نیزہ باز روکتے۔ فتح کا دارومدار تیر اندازوں پر ہوتا (۱۱) اصابہ جلد ہفتم، ص: ۵۷، طبری، ابوبکر بن ابی شیبہ (مسلم باب فضائل صحابہ) (۱۲) ابنِ اثیر لکھتے ہیں، حضرت ابودُجانہ کا شمار صاحبِ فضل صحابہ میں تھا۔ بڑے نڈر اور بلا کے دلیر تھے۔ عہدِ نبوی کے تمام غزوات میں شریک رہے اور احد میں ان کی فدائیت اور جان نثاری یادگار رہ گئی، جنگِ یمامہ میں بھی انہوں نے بے نظیر شجاعت کا ثبوت دیا۔ مسیلمہ ایک باغ میں قلعہ بند ہوکر اپنی فوجوں کو لڑا رہا تھا، جب دشمن پر دَر ہونے کی کوئی صورت نہ رہی تو حضرت ابودُجانہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے اٹھا کر باغ کی دیوار کے اندر پھینک دو۔ اس طرح ان کا پیر ٹوٹ گیا مگر برابر لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہوگئے۔ اللہ نے اس لڑائی میں مسلمانوں کو فتح دی، ابودُجانہ کنیت تھی، نام سِمَاک۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُتبہ بن غزوان سے ان کا بھائی چارہ کرادیا تھا، حضرت سعد بن عبادہ ان کے چچازاد بھائی تھے۔ ابودُجانہ ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئے (۱۳) طبری (عہدِ رسالت۔ تذکرۂ احد) رجز کے جو شعر اس موقع پر ابودُجانہ رضی اللہ عنہ کی زبان سے نکلے ان کا مفہوم کچھ یوں تھا۔ ارشاد ہوا: تلوار کا حق کون ادا کرے گا؟ میں نے کہا: میں جو ہوں حق کا بندہ'' ارشاد ہوا: ''یہ سیف اللہ ہے'' عرض کیا: ''حقّا عطیۂ رسول اللہ ہے! یہ رب العزت کی دین ہے مالک الملک کا تحفہ ہے'' ماوردی (احکام السلطانیہ۔ باب چہارم) کُلِ یوم (مغازی ابنِ اسحٰق۔ مطبع جامعہ آکسفرڈ کراچی، ۱۹۶۷ء صفحہ: ۳۷۳) (۱۴) ابنِ سعد (غزوۂ اُحد) (۱۵) عیون الاثر (۱۶) ابنِ اسحٰق، طبری (۱۷) عیون الاثر۔ سیرتِ ابنِ ہشام (۱۸) طبری

آیت مودّۃ فی القربیٰ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر علی الہاشمی

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (سورۃ الشوریٰ آیت ۲۳)

(اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دو کہ میں اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ میرے اقرباء سے محبت رکھو۔

تفسیر صافی ص ۴۵۱ پر ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے قریبیوں اور میری عترت سے محبت رکھو اور ان کے بارے میں میرے احکام کا تحفظ کرو۔

اور ص ۴۵۲ پر بحوالہ المحاسن لکھا ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کے اہل بیت کے بارے میں ایک فریضہ ہے۔

اور کافی میں انہی حضرت سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل بصرہ آیۃ مجیدہ **قل لا اسئلکم علیہ اجرا** ...... کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ عرض کیا گیا کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کے متعلق نازل ہوئی۔

آپ نے فرمایا کہ انہوں نے جھوٹ کہا ماسوا اس کے نہیں کہ یہ آیت ہم اہل بیت رسول علی، فاطمہ، حسن، حسین اصحاب کساء کے بارے میں خاص طور پر نازل ہوئی ہے۔

(القرآن المبین۔ تفسیر المتقین ص ۶۳۰ مطبوعہ حمایت اہل بیت وقف ریلوے روڈ لاہور)

اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے اہل تشیع یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ:

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا وہ کون قرابت دار ہیں جن کی محبت واجب ہے۔ فرمایا: علی، فاطمہ اور ان کے پسران، جبکہ محبت غیر علی واجب نہیں ہے۔ وجوب محبت، وجوب اطاعت کو مستلزم ہے۔ لہٰذا علی کی اطاعت واجب ہے اور اس بناء پر وہی امام ہیں۔

اہل تشیع کا سورۃ شوریٰ کی آیت ۲۳ کے صرف درمیانی حصے سے اپنے مزعومہ عقیدے پر استدلال کرنا نہ صرف یہ کہ باطلِ محض ہے بلکہ قرآن مجید کی معنوی تحریف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر ناپاک حملہ بھی ہے۔ مکمل آیت ملاحظہ فرمائیں۔

ذٰلِكَ الَّذِىْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا

الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (الشوریٰ آیت ۲۳)

ترجمہ: یہی ہے وہ جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے تو کہہ دیجیے کہ میں اس پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر محبت رشتہ داری کی۔ جو شخص کوئی نیکی کرے ہم اس کے لئے اس کی نیکی میں اور نیکی بڑھا دیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بہت قدر دان ہے۔

آیت کا مطلب بالکل واضح ہے کہ میں وعظ ونصیحت اور دعوت وتبلیغ کی کوئی اجرت تم سے نہیں مانگتا البتہ ایک چیز کا سوال ضرور ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو رشتہ داری ہے اس کا لحاظ کرو۔ تم میری دعوت کو نہیں مانتے تو نہ مانو تمہاری مرضی لیکن رشتہ داری وقربت کے ناتے مجھے اذیت پہنچانے سے تو باز رہو کہ میں فریضۂ رسالت ادا کر سکوں۔

صحیح بخاری کی روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ''اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى'' کا مطلب پوچھا گیا تو سعید بن جبیر نے کہا آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت مراد ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم نے (جواب دینے میں) عجلت کی۔ قریش کے سب ہی خاندان کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت ہے۔ آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ میرے اور تمہارے درمیان جو رشتہ داری و قرابت ہے تم اس کا لحاظ کرو۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ الشوریٰ)

یہ ملحوظ رہے کہ سورۃ شوریٰ مکی ہے۔ نزول آیت کے وقت حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کی ولادت تو دور کی بات ہے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح تک نہ ہوا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکی آیت کی تفسیر میں ان لوگوں کی محبت واطاعت کو کیوں کر واجب قرار دے سکتے تھے جو ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

اگر بالفرض محال اہل تشیع کی اس تشریح کو قبول بھی کر لیا جائے کہ مودۃ فی القربیٰ سے مراد آل کساء ہیں تو پھر یہ کیوں کر سمجھ لیا گیا کہ وجوبِ محبت ان چاروں کے ساتھ مخصوص ہے؟ جبکہ شیعہ مصنف ابن بابویہ اعتقادات میں ذکر کرتے ہیں کہ امامیہ کے نزدیک محبت علویان واجب ہے۔

کیا یہ چار حضرات (جن میں سے دو تو نزول آیت کے وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے) ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں یعنی ایک بیٹی، ایک داماد اور دو نواسے۔ پھر ان سے آگے مفروضہ ائمہ اور ان کی مخصوص اولادیں۔ مخصوص اس لئے کہ اس میں اسماعیلی یا بوہرے ائمہ داخل نہیں ہیں۔ زیدی ائمہ بھی اس سے خارج ہیں۔ سنی سادات کو تو ویسے بھی شمار ہی نہیں کیا جاتا۔ بس زیادہ سے زیادہ اثنا عشری مجتہدین یا ماتمی سادات شامل ہیں۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ آیت کے الفاظ میں اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ہے یوں نہیں فرمایا گیا کہ الا المودۃ للقربیٰ یا الا المودۃ لذوی القربیٰ.

قُربیٰ کے معنیٰ کسی عربی لغت میں رشتہ دار یا قرابت مند کے طور پر نہیں آئے قرابت مند یا رشتہ دار کے لئے قرآن مجید اور عربی لغت میں دو لفظ آئے ایک ذوالقربیٰ جس کی جمع ذوی القربیٰ یا اولو القربیٰ ہے۔

لہٰذا قُربیٰ کے معنی صرف قرابت اور رشتہ داری ہے۔اس لفظ کا جو مطلب اہل تشیع نے مراد لیا ہے اگر وہی ہوتا تو آیت کے الفاظ یوں ہوتے کہ:

’’الا المودۃ للقربی‘‘ یا ’’الا المودۃ لذوی القربی‘‘ اس سلسلے میں چند مزید آیات ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوْلِ (سورۃ الانفال آیت ۴۱)

(اور جان لو کہ جو کوئی چیز تم غنیمت میں حاصل کرو) تو اللہ کے لئے ہے اس کا پانچواں حصہ اور رسول کے لئے اور رشتہ داروں کے لئے ہے۔

۲۔ فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی (سورۃ الحشر آیت ۷)

(جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بستیوں والوں سے دلایا) پس وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور رسول کے لئے اور قرابت داروں کے لئے ہے۔

۳۔فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ (سورۃ الروم آیت ۳۸)

پس قرابت دار کو اس کا حق عطا کیجئے۔

۴۔وَ اٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی (البقرۃ آیت ۱۷۷)

اور اس نے دیا مال اس (اللہ) کی محبت میں رشتہ داروں کو۔

قرآن کریم میں جہاں جہاں اقارب کے حق میں وصیت کی گئی ہے اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں۔ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ آیت میں ’’المودۃ‘‘ کا لفظ مصدر استعمال کیا گیا ہے اسم نہیں۔لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ ’’القربی‘‘ سے اقارب مراد نہیں۔اگر اقارب مراد ہوتے تو الفاظ یوں ہوتے ’’المودۃ لذوی القربی‘‘

علاوہ ازیں اس صورت میں آیت میں ’’فی‘‘ لفظ بھی نہیں ہونا چاہیئے تھا۔اس لئے کہ عربی محاورہ میں یوں نہیں کہا جاتا کہ ’’اسئلک المودۃ فی فلان‘‘ بلکہ ’’لفلان‘‘ بولا جاتا ہے۔

اگر بالفرض یہاں ’’القربی‘‘ سے قرابت منداور رشتہ دار ہی مراد لے لئے جائیں تو پھر قرابت کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔نسبی یعنی خونی رشتہ دار

۲۔رضاعی یعنی دودھ سے پیدا ہونے والا رشتہ

۳۔صہری یعنی نکاح سے پیدا ہونے والا سسرالی رشتہ

اس معنی کے اعتبار سے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام نسبی، رضاعی اور صہری رشتہ داروں سے محبت کا وجوب ثابت ہو جائے گا (جس کے اہل تشیع بھی قائل نہیں ہیں)

مزید یہ کہ چار افراد یا کسی ایک فرد کی بھی کسی صحیح خبر واحد سے بھی تعیین وتخصیص ثابت ہو جاتی تو پھر بھی آیت کا مفہوم قطعی نہ رہتا بلکہ ظنی ہو جاتا اور یہ تو ظاہر ہی ہے کہ عقائد میں ظن کا اعتبار نہیں ہوتا۔

اگر اہل تشیع کے اعتقاد کے مطابق یہاں القربیٰ کے معنی رشتہ دار یا قرابت مند بھی فرض کر لیے جائیں تو پھر

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے کس کے قرابت مند مراد ہوں گے؟ کیونکہ ذی القربیٰ کے الفاظ واحد وجمع کے صیغے سے قرآن مجید میں بیسیوں مقامات پر آئے ہیں لیکن کسی ایک مقام پر بھی لفظ قربیٰ کے بعد کسی مضاف الیہ کا ذکر نہیں کیا گیا جس سے یہ معلوم ہو کہ اس سے کس کے ذی القربیٰ مراد ہیں۔ مضاف الیہ کے عدم ذکر کی وجہ یہ ہے کہ یہ امر ایک بالکل واضح قرینے سے خود بخود واضح ہو جاتا ہے لہٰذا عبارت کو طول دینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ جیسا کہ اگر مخاطب سے کہا جائے کہ واٰت ذالقربیٰ حقه (قرابت مند کو اس کا حق دو) تو اس سے مراد مامور ہی کے ذی القربیٰ ہوں گے، دوسرے کے نہیں ہوں گے۔

اگر غائب کے صیغے سے کہا جائے جیسے ''واٰتی المال علی حبه ذو القربیٰ'' (اس نے اللہ کی محبت میں مال ذوی القربیٰ کو دیا) تو اس سے مراد صرف اسی غائب مذکور کے ذوی القربیٰ ہوں گے۔

اسی طرح اگر متکلم کہے کہ میں ذوی القربیٰ کا خیال رکھتا ہوں تو اس سے اس متکلم ہی کے ذوی القربیٰ مراد ہوں گے۔

اب یہ معلوم کرنا ہے کہ زیر بحث آیت کے ٹکڑے میں مودۃ فی القربیٰ میں قربیٰ کے لفظ سے کس کی قرابت مراد ہے؟ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت یا ان کی جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں؟

اہل تشیع کا کہنا ہے کہ اس سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت مراد ہے۔ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مطلب ہوا کہ میں تم سے اپنی اس تبلیغ کا کوئی اجر طلب نہیں کرتا بجز اس کے کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔ یہ خود ساختہ اور تحریفی تفسیر غلط ہی نہیں تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمی وتبلیغی روح کے بھی خلاف ہے کسی پیغمبر نے بھی امت سے اس قسم کا اجر نہیں مانگا بلکہ ہر قسم کے اجر کی نفی فرمائی ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ حضرت نوح علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ (سورۃ یونس آیت ۷۲)

پھر اگر تم نے منہ پھیر لیا تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو نہیں مانگا۔ میرا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں میں سے رہوں۔

یہاں من اجر میں ''من''، تبعیض کے لئے ہے یعنی کسی قسم کا چھوٹے سے چھوٹا معاوضہ بھی مطلوب نہیں ہے۔

۲۔ حضرت نوح علیہ السلام کا یہی موقف ایک دوسرے مقام پر بایں الفاظ دہرایا گیا ہے کہ:

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الشعراء آیت ۱۰۹)

اور میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں چاہتا۔ میرا بدلہ تو صرف رب العالمین کے ہاں ہے۔

۳۔ سورۃ ھود میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ:

وَ يٰقَوْمِ لَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ (ھود آیت ۲۹)

اور اے میری قوم! میں تم سے اس تبلیغ کے عوض کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے۔

۴۔حضرت ھود علیہ السلام نے فرمایا کہ:
یٰقَوۡمِ لَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیۡ فَطَرَنِیۡ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ (سورۃ ھود آیت ۵۱)
اے میری قوم! میں تم سے اس کی کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے تو کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

۵۔ایک دوسرے مقام پر ھود علیہ السلام نے یہ الفاظ ادا فرمائے کہ:
وَمَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الشعراء ۱۲۷)
میں اس پر تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا میرا اجر تو تمام جہاں کے پروردگار کے پاس ہی ہے۔

۶۔حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ:
وَمَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الشعراء نمبر ۱۴۵)
میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میری اجرت تو بس پروردگار عالم کے ہی ذمہ ہے۔

۷۔حضرت لوط علیہ السلام نے فرمایا کہ:
وَمَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الشعراء۔۱۶۴)
میں تم سے اس پر کوئی بدلہ نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو صرف اللہ تعالیٰ پر ہے جو تمام جہاں کا رب ہے۔

۸۔حضرت شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ:
وَمَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ (الشعراء۔۱۸۰)
میں اس پر تم سے کوئی اجرت نہیں چاہتا۔ میرا اجر تمام جہانوں کے پالنے والے کے پاس ہے۔

۹۔اصحاب القریۃ کے تین رسولوں کے متعلق ایک مومن کی گواہی کو قرآن مجید میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ:
اتَّبِعُوۡا مَنۡ لَّا یَسۡـَٔلُکُمۡ اَجۡرًا وَّ ہُمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ (یٰسٓ۔۲۱)
ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ راہِ راست پر بھی ہیں۔

دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح اب خاتم النبیین والمرسلین سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق چند قرآنی ارشادات ملاحظہ فرمائیں:

۱۰۔وَ مَا تَسۡـَٔلُہُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (یوسف ۱۰۴)
اور آپ ان سے اس پر کوئی اجرت طلب نہیں کر رہے ہیں۔ یہ تو تمام دنیا کے لئے نری نصیحت ہی نصیحت ہے۔

۱۱۔اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ ہَدَی اللّٰہُ فَبِہُدٰىہُمُ اقۡتَدِہۡ ؕ قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ اَجۡرًا ؕ اِنۡ ہُوَ اِلَّا ذِکۡرٰی لِلۡعٰلَمِیۡنَ (الانعام ۹۰)
یہی لوگ (یعنی انبیاء) ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلیے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا۔ یہ تو صرف تمام جہاں والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے۔

۱۲۔ قُلۡ مَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُتَکَلِّفِیۡنَ (صٓ ۸۶)

کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس پر کوئی بدلہ طلب نہیں کرتا اور نہ ہی میں تکلف کرنے والوں میں سے ہوں۔ یعنی ایسا نہیں کہ دل میں تو تم سے کسی شکل میں معاوضہ لینے کی خواہش موجود ہو اور از راہِ تکلف زبان سے ہر قسم کے معاوضہ کی نفی کر رہا ہوں۔

۱۳. اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ اَجۡرًا فَهُمۡ مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ (الطّور ۴۰)

کیا آپ ان سے کوئی اجرت طلب کرتے ہیں کہ وہ اس تاوان سے بوجھل ہو رہے ہیں؟

۱۴۔ بالکل یہی الفاظ سورۃ القلم کی آیت ۴۶ میں بھی دہرائے گئے ہیں۔

۱۵۔ قُلۡ مَا سَاَلۡتُكُمۡ مِّنۡ اَجۡرٍ فَهُوَ لَكُمۡ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ شَهِیۡد (سبا ۴۷)

کہہ دیجئے کہ جو بدلہ میں تم سے مانگوں وہ تمہارے لئے ہے۔ (یعنی وہ تم اپنے پاس ہی رکھو) میری دل سوزیوں کا اجر تو اللہ تعالیٰ ہی کے ذمہ ہے اور وہ ہر چیز پر گواہ ہے۔

۱۶۔ قُلۡ مَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ اَجۡرٍ اِلَّا مَنۡ شَآءَ اَنۡ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيۡلًا (الفرقان ۵۷)

کہہ دیجئے کہ میں قرآن کے پہنچانے پر تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا مگر جو شخص اپنے رب کی طرف راہ پکڑنا چاہے۔

یعنی یہی میرا اجر ہے کہ رب کا راستہ اختیار کرلو۔

۱۷۔ اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ خَرۡجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيۡرٌ وَّهُوَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ. وَاِنَّكَ لَتَدۡعُوۡهُمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ (المؤمنون ۷۲۔۷۳)

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کوئی معاوضہ چاہتے ہیں؟ یاد رکھیے کہ آپ کے رب کی اجرت بہت ہی بہتر ہے اور وہ سب سے بہتر روزی رساں ہے۔ یقیناً آپؐ تو انہیں راہ راست کی طرف بلا رہے ہیں۔

۱۸۔ قُلۡ لَّاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ اَجۡرًا اِلَّا الۡمَوَدَّةَ فِى الۡقُرۡبٰى (سورۃ شوریٰ آیت ۲۳)

اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ میں تم سے اپنے اس کام (تبلیغ دین) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت میں محبت (والے سلوک کی تم سے امید رکھتا ہوں)

مذکورہ بالا آیات سے یہ حقیقت واضح ہوگئی ہے کہ جملہ انبیاء کرام علیہم السلام نے اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فریضۂ رسالت وتبلیغ کے عوض ہر قسم کے اجر ومعاوضہ کی کامل نفی کر دی ہے اور کسی نے یہ نہیں کہا کہ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا مگر اتنا اجر مانگتا ہوں کہ میرے قرابت داروں سے محبت کرتے رہو۔

یہ الزام صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر ہی عائد کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فریضۂ رسالت ادا کرنے میں جس قدر صعوبتیں جھیلی تھیں اور تکالیف اٹھائی تھیں وہ صرف اس مقصد کے لئے تھیں کہ ان کے رشتہ داروں اور بالخصوص آل کساء سے محبت کی جائے اور مخصوص افراد کو خلافت وامامت کے منصب پر فائز کیا جائے۔

پھر اگر سورۃ شوریٰ کی زیر بحث آیت سے ان مخصوص افراد کی محبت کا وجوب ثابت بھی ہو جائے تو اس سے

خلافت بلافصل کا عقیدہ کیوں کرکشید کیا جا سکتا ہے؟

کیا اس تحریفی تفسیر کو قبول کر کے مخصوص حضرات سے محبت کو اجرت رسالت قرار دیا جا سکتا ہے؟

علاوہ ازیں **قل لا اسئلکم علیہ اجرا الّا المودۃ فی القربی** میں الاحرف استثناء بھی قابل غور ہے۔

استثناء کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔استثناء متصل ۲۔استثناء منقطع

اگر ''مستثنیٰ''، مستثنیٰ منہ میں داخل ہو اور اس کا ہم جنس ہو تو متصل ہے اور اگر مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ میں داخل نہ ہو اور اس کا ہم جنس نہ ہو تو منقطع ہے۔مثلاً یہ کہا جائے کہ **جاء العلماء الا زیدا** (علماء آ گئے بجز زید) اس کا مطلب یہ ہے کہ زید بھی علماء میں داخل ہے۔اسے استثناء متصل کہا جاتا ہے۔اور اگر یوں کہا جائے کہ **جاء العلماء الا کتابا** (علماء آ گئے بجز خط کے) تو اس مثال کا مطلب یہ ہوگا کہ خط علماء میں شامل نہیں بلکہ خط نہ آنے کا ذکر ایک الگ بات ہے اسے استثناء منقطع کہا جاتا ہے۔

سورۃ الفرقان کی آیت ۵۷ میں بھی اجر رسالت کے حوالے سے استثناء منقطع آیا ہے:

''قل ما اسئلکم علیہ من اجر الاّ من شاء ان یتخذ الی ربہ سبیلا''

یہاں ظاہر ہے کہ استثناء منقطع ہے **''من شاء ان یتخذ الٰی ربہٖ سبیلا''** کوئی معاوضہ نہیں جس کو عام معاوضے سے مستثنیٰ کیا گیا ہو۔یہ دو الگ الگ باتیں ہیں اور اس کا صرف یہ مطلب ہے کہ میں تم سے کسی قسم کا کوئی اجر بھی نہیں چاہتا۔ہاں یہ چاہتا ہوں کہ تم ٹھیک ہو جاؤ اور راہ حق اختیار کر لو۔

بالکل یہی صورت زیر بحث آیت میں بھی ہے:

''قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی''

اس آیت میں مودت فی القربیٰ مستثنیٰ ہے اور اجر مستثنیٰ منہ ہے اور مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ میں نہ تو داخل ہے اور نہ ہی اس کا ہم جنس۔

مؤدت فی القربیٰ قرابت کی وجہ سے ثابت ہوئی ہے نہ کہ تبلیغ رسالت کی وجہ سے لہٰذا مودت فی القربیٰ کو تبلیغ رسالت کا صلہ ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا۔آیت کا صاف مطلب یہ ہے کہ جب میں تم سے تبلیغ پر کوئی اجرت نہیں مانگتا اور اس تبلیغ سے بھی تمہاری خیر خواہی ہی مقصود ہے تم اگر میرے پیغام کو قبول نہیں کرتے تو مجھے تکلیف تو نہ پہنچاؤ۔میرے راستے میں رکاوٹیں نہ ڈالو۔قرابت ہی کا لحاظ کرو۔میرا تعلق بھی قریش کی شاخ بنو ہاشم سے ہے۔میں بھی تمہارا ہم نسب ہوں بلکہ تمہیں تو عرب معاشرے و رواج اور عام انسانی و اخلاقی تقاضے کے تحت بھی باہمی طور پر خیر خواہی، ہمدردی، امداد باہمی، رواداری اور مؤدت کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

آیت کا یہ مضمون محض وعظ و تذکیر ہے یہ کوئی رحم کی درخواست نہیں ہے۔نہ ہی اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ آپ کفار سے (معاذ اللہ) خوف زدہ تھے۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو کفار سے ہر قسم کے اجر کی مکمل نفی کرتے ہوئے انہیں ایک دوسری بات کی تلقین کر رہے ہیں کہ تم قرابت داری کے مسلمہ انسانی اصول کو تو ملحوظ رکھو۔یہ کوئی اجر نہیں جسے دوسرے تمام اجروں سے مستثنیٰ کیا گیا ہو۔یہ مستثنیٰ منقطع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دو الگ الگ باتیں بتائی جا رہی ہیں۔ کلام ادب اور اصول زبان کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی استثنیٰ کی اس قسم سے آگاہ ہے۔

آیاتِ قرآنی کی تعداد؟

محمد عبداللہ شارق

آیاتِ قرآنی کے بارہ میں یہ مشہور ہے کہ ان کی تعداد چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (6666) ہے۔ یہ عدد اتنا مشہور ہے کہ ایک ایسا بچہ جو قرآنِ مجید صحیح طرح پڑھ بھی نہیں سکتا' وہ بھی آپ کو یہ عدد ''ٹھیک ٹھیک'' بتا سکتا ہے۔ آیئے جائزہ لیتے ہیں کہ یہ عدد کس حد تک حقیقت پہ مبنی ہے:

جمہور علماءِ کرام کے مطابق آیاتِ قرآنی کی تعداد چھ ہزار دو سو (6200) سے کچھ اوپر ہے۔ اوپری عدد کی تعیین میں چودہ سے لے کر چھتیس تک کے سات مختلف اقوال ملتے ہیں۔ [الاتقان] ہمارے ہاں کے مصاحف میں کل تعداد چھ ہزار دو سو چھتیس (6236) ہے جو کہ آپ خود بھی شمار کر سکتے ہیں۔ اگر ایسے اقوال کو بھی ساتھ شامل کر لیا جائے جنہیں بعد میں پذیرائی نہ مل سکی اور پیروکار نہ مل سکنے کی وجہ سے وہ معدوم ہو گئے تو پھر سب سے بڑا عدد جو ہمیں نظر آتا ہے' وہ چھ ہزار چھ سو (6600) کا ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ [الاتقان]

پسِ منظر کے طور پر یاد رہے کہ یہ اختلاف محض آیات کے شمار تک محدود ہے' اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ قرآنِ کریم بغیر کسی کم و کاست کے ایک ہی ہے جو ''الحمد'' سے شروع ہو کر ''والناس'' پہ ختم ہوتا ہے۔ اسے آپ یوں سمجھیں کہ اگر کسی کے نزدیک آیاتِ قرآنی کی تعداد چھ ہزار دو سو چودہ (6214) ہے اور کسی کے نزدیک چھ ہزار دو سو چھتیس (6236) ہے تو اس کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ چھ ہزار دو سو چودہ (6214) والا شرق و غرب میں پڑھے جانے والے قرآن کے بعض حصوں کو قرآن تسلیم کرنے سے انکاری ہے یا پھر چھ ہزار دو سو چھتیس (6236) والا اس کو نامکمل سمجھتا ہے' بلکہ سب کے نزدیک بغیر کسی کمی بیشی کے قرآن وہی ہے جسے دنیا بھر کے مسلمان قرآن سمجھتے اور پڑھتے ہیں۔ شمار کا اختلاف محض اس حد تک ہے کہ بعض حضرات نے اپنے پاس موجود دلائل کی روشنی میں قرآن کے ایک حصہ کو ایک آیت سمجھا اور بعض نے دو آیات اور بس!

جب ہم چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (6666) کے مشہورِ عام عدد کا ''شجرۂ نسب'' معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ ''علوم القرآن'' کی معروف کتب: ''البرھان'' [امام زرکشی] ''الاتقان'' [امام سیوطی] اور ''مناھل العرفان'' [شیخ عبدالعظیم الزرقانی] میں اس کا کوئی نام و پتہ درج نہیں ہے' مگر سوال یہ ہے کہ آخر یہ بے بنیاد اور غلط عدد کیوں کر اتنی شہرت اختیار کر گیا کہ جسے دیکھو یہی بتاتا ہے۔ جب ہم اس کی ٹوہ میں نکلے تو اردو کی بعض کتابوں میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ایک گم نام سی بے سند روایت ملی جس میں یہ عدد انکی طرف منسوب کیا گیا تھا اور ساتھ ہی اس کی تفصیل یوں درج تھی: آیاتِ وعدہ ایک ہزار' آیاتِ وعید ایک ہزار' آیاتِ امر ایک ہزار' آیاتِ نہی ایک ہزار' آیاتِ امثال ایک ہزار' آیاتِ

قصص ایک ہزار' آیاتِ حلال دوسو پچاس' آیاتِ حرام دوسو پچاس' آیاتِ تسبیح ایک سو' منسوخ التلاوۃ آیات چھیاسٹھ [فضائل حفاظ القرآن الکریم' قاری طاہر رحیمی مدنی مرحوم] تاہم عربی ماٰخذ میں مجھے کہیں یہ قول نہیں مل سکا۔

اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کرلیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بکثرت ذکر ہونے والی آیات کے تخمینی اور تقریبی اعداد کسر کے بغیر ذکر کیے تھے (مثلا آیاتِ وعدہ ایک ہزار' آیات تسبیح ایک سو وغیرہ وغیرہ) جیسا کہ روزمرہ بول چال میں بھی کردیا جاتا ہے کہ ''کم وبیش ایک ہزار'' کو سہولت کے لیے صرف ایک ہزار اور ''کم وبیش ایک سو'' کو صرف ایک سو سے تعبیر کردیا جاتا ہے۔ پھر بعد والوں نے ان اعداد کو جمع کر کے چھ ہزار چھ سو چھیاٹھ (6666) کے دلکش اور ''آرٹیفیشل نمبر'' کو قرآنِ مجید کی تمام آیات کا کامل عدد قرار دے دیا جو کہ درست نہیں تھا۔ نیز قابلِ غور امر یہ ہے کہ اس میں وہ آیات بھی شامل کی گئی ہیں جن کی تلاوت منسوخ ہوچکی ہے' جیسا کہ درج بالا تفصیل سے ظاہر ہے۔ ایسے میں اس عدد کو موجودہ قرآن' جو اپنی جگہ کامل اور مکمل ہے' کی آیات کا عدد قرار دینا مغالطہ اندازی کے سوا کیا کہلاسکتا ہے؟ اگر چھیاسٹھ کا زائد عدد نکال بھی دیا جائے تو تب بھی چھ ہزار چھ سو (6600) کا کامل عدد اگرچہ حضرت ابنِ عباس کی طرف منسوب کیا گیا ہے' مگر ہمارے ہاں کے چھ ہزار دوسو چھتیس (6236) آیات والے مصاحف سے میل نہیں کھاتا۔ باقی جہاں تک اس روایت کی صحت اور استنادی حیثیت کا تعلق ہے تو یہ بھی ایک مستقل پہلو ہے جو غور اور توجہ کا متقاضی ہے۔

ہمارے ہاں عصری تعلیمی اداروں میں ''اسلامیات'' کے نام پر زیادہ تر زور اسی طرح کی دلچسپ ''قرآنی معلومات'' پر دیا جاتا ہے جبکہ اس میں قلب ونظر کے تزکیہ اور تربیت کا کوئی سامان نہیں ہے۔ پھر حد یہ کہ انہی معلومات کی صحت کا بھی کوئی خاص اہتمام نہیں کیا جاتا جس کی ایک مثال آپ کے سامنے ہے۔ دوسری طرف دینی مدارس جو دینیات میں تخصص کے ادارے ہیں' اگرچہ ان میں اِس طرح کی معلومات سرے سے نہیں پڑھائی جاتیں' مگر ان کے بعض طلباء کو میں نے خود دیکھا کہ وہ اسکولوں کی نصابی کتب دیکھ کر غلط اور صحیح کا امتیاز کیے بغیر' یہ معلومات اس لیے یاد کرلیتے ہیں کہ کہیں کسی محفل میں سبکی نہ ہوجائے۔ ہمارے تعلیمی نظام کے دونوں دھارے اس طرح کے کئی المیوں میں گردن تک ڈوبے ہوئے ہیں۔ قرآنی آیات کا مذکورہ غلط اور بے بنیاد عدد اتنا عام ہوچکا ہے کہ علماء بھی بے دھڑک برسرِ منبر اور اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کرتے ہوئے جھجک محسوس نہیں کرتے۔ یہ غلط فہمی بعد میں تناور ہوکر کہیں کسی بڑی پیچیدگی کا باعث نہ بن جائے!!!

اگر اس غلط فہمی کا فوری سدباب نہ کیا گیا تو خطرہ ہے کہ آنے والے وقتوں میں تحریف قرآن کے قائل مٹھی بھر لوگوں کو پروپیگنڈے کا موقع مل سکتا ہے کہ اگر آیاتِ قرآنی کی تعداد چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (6666) ہے تو موجودہ قرآن میں قریباً چارسو (400) آیات کم کیوں ہیں؟؟ اگر خدانخواستہ یہ پروپیگنڈا شروع ہوا تو خلقِ خدا کے گمراہی کی طرف لڑھکنے کے کتنے مواقع پیدا ہوجائیں گے! ہماری نظر میں اس کا حل یہ ہے کہ بلاتفریقِ مسلک پاکستان کے تمام مقتدر دینی مراکز اور ادارے اپنے اپنے وسائل اور ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے ایک بریکنگ نیوز ٹائپ کا اعلامیہ جاری کریں جس میں آیاتِ قرآنی کی صحیح تعداد بیان کی جائے۔ اس سے ان شاء اللہ اس غلط فہمی کی جڑ کٹ جائے گی اور مسلمانوں کی دینی حفاظت کا فریضہ بروقت ادا ہوجائے گا۔

سنو کہانی!

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

ایک تھا بادشاہ۔ اُس نے ظلم وستم کا نام ونشان مٹانے کی ٹھان لی تھی۔ بلکہ اس نے تو بادشاہی سنبھالی ہی اس وقت تھی جب ظلم اپنی آخری حدوں کو پھلانگ رہا تھا۔ مظلوموں نے اُسے پکارا تھا اور اُس نے اُن کی آواز پر لبیک کہی تھی۔ اس نے اپنے چند نوجوان ساتھیوں کو لے کر نعرۂ مستانہ لگایا تھا پھر ساتھ کی بستیاں بھی اس کو پکارنے لگی تھیں۔ مظلوم کی مدد اور اُسے ظلم سے نجات دلانا تو ازل سے ابد تک اللہ اور اس کے نبیوں کو محبوب رہا ہے چنانچہ وہ آگے بڑھتا رہا اور دشت وجبل اُس کے آگے بچھتے چلے گئے۔ تمام دنیا سے امن کے داعی اُس کی مدد کو حاضر ہوتے گئے اور محض چند افراد کا یہ چھوٹا سا ''**فئہ قلیلہ**'' بلخ اور فاریاب کے جبل وریگستان سے تا بہ حد خراسان وایران چھا گیا۔ پیوند زدہ لباس اور پھٹے پُرانے جوتوں والے یہ نوجوان حاکم بن گئے اگرچہ حکومت ان کا مقصود نہ تھی۔ امن قائم ہوا، نشہ آور فصلوں کی کاشت ایک حکم پر بند ہوگئی، آپس کے روز کے جھگڑوں اور قتل وقتال کا نام نہ رہا، جو چیز کسی کی گری ڈھونڈنے پر وہیں ملی یا قریبی سرکاری دفتر میں مالک کی منتظر پائی گئی۔ کسی کی فسادی فطرت نے اسے چوری پر اکسایا تو ثبوت منگوائے گئے اور چوری کرنے والے ہاتھوں کا آپریشن کر دیا گیا۔ ناحق قتل کرنے والے کے خلاف شہادتیں ملیں تو اسے سرِعام علی الاعلان حوالۂ تلوار کر دیا گیا مگر یہ واقعات سال بھر میں ایک دو سے نہ بڑھ پائے اور اس کے برعکس روزانہ فسادات اور روزانہ مردم آزاری ختم ہو کر رہ گئی۔ حتیٰ کہ اگر بلخ سے قندھار تک کوئی جوان خاتون زیوروں سے لدی اپنی ضرورت سے گئی تو اسے کسی کا خوف نہ رہا۔ ہر قریہ اور شہر، ہر نشیب وفراز کے مرد وخواتین ایک ہی ماں اور ایک ہی باپ کی اولاد، بہن بھائی نظر آئے، اور یہ ساری باتیں عالم آشکار ہوئیں۔

ابلیس نے دربار سجایا، اپنے وزیروں مشیروں سے خصوصی مجلس مشاورت ہوئی۔ دنیا کے اکثر حصوں میں اس کی حکومت تھی۔ اس نے بوزنہ خاندان کو حکم دیا کہ اس چھوٹی سے امن کی حکومت نے مجھے پریشان کر دیا ہے اس کو سبق سکھایا جائے...... چند سال پہلے اس نے اپنے دستِ چپ سُرخ ریچھ سے حملہ کروایا تھا مگر یہاں کے روکھی سوکھی کھانے والوں نے غلیلوں اور ڈنڈوں کے ساتھ اس کی تواضع کی تھی اور اس کا نام مٹا رکھا دیا تھا۔ ابلیس نے اس زخم زخم بدن سرخ ریچھ کو بھی حکم دیا کہ اگر تم سامنے نہیں آسکتے تو اس بار آلِ بوزنہ کے نسب گم کردہ ڈرپوک لشکر کی پچھلی صفوں میں کھڑے ہو جاؤ۔ ترغیب اور جبر کا ہر حربہ استعمال کر کے کم وبیش چالیس بندر اکٹھے ہوئے۔ پہلے اپنے گھر میں آگ لگائی اور دنیا کے نمبرون بلند وبالا

مرکز سودکوگرا کراس کاالزام میں مکہ کے مہاجر مجاہد شیخ کی حوالگی کا مطالبہ شاہِ امن سے کر دیا۔ شاہِ امن نے ثبوت پیش کرنے پر مقدمہ چلانے اور جرم ثابت ہونے پر سزا دینے کا اعلان کیا مگر ثبوت ہوتا تو پیش کیا جاتا۔

آل بوزنہ کے چالیس ممالک نے سفید ہاتھی کو آگے رکھ کر حملے کا اعلان کر دیا۔ مگر حملہ کہاں سے کیا جائے؟ ہزاروں میل دور سے حملہ کرنا ناممکن تھا۔ شاہِ امن کی مشرقی سرحدات پر ایک لنگور حکمران تھا۔ اسے ہوائی دھمکی دی گئی لنگور شاہ نے سہم کر ساری فضائیں، بحری اور زمینی سہولیات فوراً پیش کر دیں۔ اتنا کچھ تو خود سفید ہاتھی کے تصور میں بھی نہ تھا مگر لنگور شاہ کا تعلق آل بوزنہ ہی کی برادری سے تھا لہٰذا یہ ساری آؤ بھگت کوئی حیرت کی بات نہ تھی۔ لنگور شاہ نے بھاگ دوڑ کی اور آل بوزنہ نے ڈنڈا اور توبرا دکھایا۔ اس طرح پانچ درجن اُن بادشاہوں کو بھی ساتھ ملا لیا جو شاہِ امن کی طرح محمّدی برادری سے متعلق ہونے کے دعوے دار تھے۔ محمدی برادری کے یہ پانچ درجن بادشاہ مظلوم کی مدد نہ کر سکے، ظلم کے خلاف احتجاج تو کرنا درکنار موقعہ بہ موقعہ سفید ہاتھی کے مددگار بنے رہے...... مگر شاہِ امن نے شاہی چھوڑ دی کہ میری وجہ سے عام اہلِ ایمان پر ظلم کی رات نہ ٹوٹے۔ جس فردِ فرید نے دشت و جبل کو مرکزِ امن بنایا تھا، اسی دشت و جبل نے اسے اپنی گود میں چھپا لیا۔ وہ مردِ کہستانی عوام سے دور عوام کے لیے امن اور ایمان کا دعوے دار رہا۔ کبھی کبھی اس کی آواز پہاڑوں سے نکل کر میڈیا کے جہازوں میں سفر کرنے لگی۔ سفید ہاتھی خود اور اس کے چالیس کالے پیلے بوز نے اپنے معاون ساٹھ جھوٹے محمّدی دعوے داروں سمیت بھاگنے کو ہیں۔ کالا لنگور بوزنوں کے دیس میں کبھی کبھی بھبک مارتا ہے۔ ''میں آ رہا ہوں''

مگر کیا اسے خراسان و پاکستان کے اہلِ ایمان دیکھنا گوارا کریں گے؟ آخری کامیابیاں تو اہلِ تقویٰ ہی کے مقدر میں ہیں۔

أَلَيۡسَ الصُّبۡحُ بِقَرِيۡبٍ! باطل کی تاریکیاں مِٹ کر کیا صبحِ امن قریب نہیں؟

علماءِ حق کا ترجمان
المیزان
ناشران و تاجرانِ کتب
دینی، تاریخی، سیاسی، ادبی اور اصلاحی کتابوں کا معیاری ادارہ
دینی مدارس کے طلباء کے لیے وفاق المدارس
کا تمام نصاب سب سے زیادہ رعایتی قیمت پر
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور 042-37122981-37217262

مارکیٹ کا آنکھوں دیکھا حال

حسین الرحمٰن

جس شے کا انسان مالک نہ ہو اس کی خرید و فروخت سے شریعت نے منع فرمایا ہے، کیونکہ بیع تو تب ہوگی جب وہ انسان کے ملکیت میں ہو اور عندالوقت اسے حوالہ کرنے کی قدرت بھی ہو۔ آج کل مارکیٹوں میں جتنا نقصان ہو رہا ہے اس کی سب سے بڑی وجہ بھی یہی ہے کہ ایک شے مارکیٹ میں موجود ہی نہیں اور نہ ہی فروخت کرنے والے کو اس پہ قدرت ہوتی ہے، اس کے باوجود اس شے کو فروخت کیا جا رہا ہوتا ہے اور اس کا سودا آگے لوگوں کے درمیاں طے ہوتا جاتا ہے۔ اسلام واحد دین ہے جس نے انسانوں کے لئے ہر چیز کی ایک حد مقرر کی ہے اور انسان کے جان و مال کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔

کچھ دن پہلے ایک شخص سے بات ہوئی، اس کا واسطہ مارکیٹ اور اس کے اندر ہونے والے معاملات سے بہت زیادہ تھا۔ میں نے اس سے مارکیٹ کے لین دین کے بارے میں دریافت کیا، تو اس نے میرے سوال کے جواب میں کہا کہ مارکیٹ میں جتنے بھی لوگ ہیں اکثریت ان میں سے ایسی شے کی خرید و فروخت کرتے ہیں کہ جس کا کوئی وجود ہی نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ شخص اس پہ قادر ہوتا ہے کہ اس شے کو سامنے پیش کر سکے پھر اس نے تفصیل سے بات شروع کی کہ ہوتا یوں ہے کہ ایک شخص نے بات کی کہ میرے پاس فلاں شے ہے اور اتنی اس کی قیمت ہے، دوسرے نے پیسے دیے اور رسید لے لی، اب یہ دوسرا بندہ، وہ رسید لے کر دوسرے کے پاس جاتا ہے اور اس کو کہتا ہے کہ میرے پاس فلاں شے ہے اور اتنی اس کی قیمت ہے اور اس کو اپنی رسید دیتا ہے اس طرح سے یہ معاملہ آٹھ سے دس افراد کے درمیان طے ہو جاتا ہے، لیکن جب مال دینے کا وقت آتا ہے تو مال سرے سے ہوتا ہی نہیں، اس صورت میں سب سے آخر میں خریدنے والا آدمی اپنے خریدار سے رجوع کرتا ہے اور وہ اپنے خریدار سے۔ اسی طرح یہ سلسلہ چلتے چلتے دوبارہ پہلے بندے تک پہنچ جاتا ہے، لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔ وہ بندہ تو موجود ہی نہیں ہوتا جس نے سب سے پہلے مال فروخت کیا تھا۔ اب یہ سارے آپس میں لڑنے لگتے ہیں اور کئی عرصے تک یہ لڑائی چلتی ہے اور اس طرح کی لڑائی روز کا معمول ہوتا ہے۔ بسا اوقات معاملہ اتنا گھمبیر ہو جاتا ہے کہ ایک دوسرے کی جان لینے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔ ان سب حضرات کا پیسہ ڈوب جاتا ہے اور اکثر حضرات دیوالیہ ہو گئے ہیں۔ چلتے پھرتے کاروباری شخص کی حالت ایسے ہو جاتی ہے کہ وہ خودکشی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اس شخص کو دیکھو گے تو عقل یہ بات تسلیم کرنے سے قاصر ہوگی کہ یہ شخص بھی پہلے بڑا کاروباری آدمی تھا۔ بڑے بڑے دین دار لوگ بھی اس معاملے کا شکار ہو چکے ہیں اور یہ سب کچھ شریعت کے ایک حکم کی پاسداری نہ کرنے کی وجہ سے ہوا۔

یہ بات یادرکھو کہ شریعت نے بیع سلم کو جائز قرار دیا ہے جس میں پیسے پہلے وصول کئے جاتے ہیں اور مبیع بعد میں دی جاتی ہے، مگر اس کے لئے بھی چند شرائط مقرر کی ہیں، مثلاً اس مبیع کا وصف معلوم ہو، جنس معلوم ہو، قدر معلوم ہو، مبیع سپرد کرنے کا وقت معلوم ہو وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح اور بھی شرائط ہیں، اگر ان شرائط کے موافق نہ ہو تو پھر اس کی بھی اجازت نہیں ہے۔

مارکیٹ میں اس طرح کی خرید وفروخت اگر کامیاب ہو بھی جاتی ہے یعنی مال پہنچ بھی جاتا ہے تو اس میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ ایک شے جسے خریدا جارہا ہے اپنی قیمت سے کئی گنا مہنگی خریدی جاتی ہے مثلاً ایک شے کی قیمت پانچ روپے ہے جب اتنے افراد کے ہاتھوں سے گزر کر جاتی ہے تو اس کی قیمت پچاس روپے کو پہنچ چکی ہوتی ہے، اب اس میں نقصان عام خریدنے والوں کا ہوتا ہے۔ شریعت نے نفع کے لئے کوئی حد تو مقرر نہیں کی لیکن اتنا نفع بھی نہیں ہونا چاہیے جس سے لوگوں کو تکلیف ہو، پانچ روپے کی شے پچاس میں خریدنا اس سے اور بڑھ کر تکلیف کیا ہو سکتی ہے۔ اس طرح کے معاملات میں اور بھی امور فاسدہ ہیں ان امور فاسدہ کی وجہ سے شریعت نے اس طرح کے معاملات سے منع فرمایا ہے۔

بسا اوقات ایک دکان دار اپنی اشیاء فروخت کرنے کے لئے طرح طرح کے حیلے و بہانے کرتا رہتا ہے، کبھی ایک شے کے بجائے دوسری شے فروخت کر دیتا ہے، کبھی نقل کو اصل کی صورت میں پیش کر کے فروخت کرتا ہے، کبھی کہے گا کہ پوری مارکیٹ میں اعلیٰ معیار کا مال صرف اور صرف ہمارے پاس ہی فروخت ہوتا ہے باقی حضرات تو جعلی مال فروخت کرتے ہیں۔ عام اصطلاح میں اسے دو نمبر مال سے تعبیر کیا جاتا ہے، کبھی گاہک کے پاس نزدیک آکر اس کے کان میں کہے گا کہ اصل میں اس شے کی قیمت زیادہ ہے لیکن صرف آپ کے لئے کم کر دیتا ہوں حالانکہ اس کو اصل قیمت سے زیادہ بتاتا ہے اور پرانی قیمت پر فروخت کر دیتا ہے، غرض طرح طرح کے جھوٹ بول کر اپنا مال فروخت کرنے کی کوشش کرتا ہے، اس سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ جو رزق آپ کے مقدر میں ہوگا وہ آپ کو ملے گا اس کے لیے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں اور سچ بولنے کے بہت سے فوائد ہیں۔ ایک کاروبار میں برکت ہوگی، دوسری یہ کہ جس کو بھی آپ مال فروخت کرو گے دوسری مرتبہ بھی وہ آپ ہی کے پاس آئے گا اور تیسرا اہم فائدہ یہ ہے کہ ثواب بھی ملے گا۔ کاروبار تو ایسے بھی کرنا ہے کیوں نہ سچ بول کے کیا جائے۔

آپ نے دیکھا ہوگا، دکان کے باہر بڑے بڑے حرفوں میں لکھا ہوتا ہے کہ خریدا ہوا مال واپس یا تبدیل نہیں ہوگا، حالانکہ یہ بات بھی شریعت کے منافی ہے، جب ایک بندہ کو مال پسند نہیں آیا یا اس میں کوئی نقص نکل آئے تو وہ کیا کرے گا اب اس کے لئے وہ چیز کسی کام کی نہیں، تو اسے اس بات کا حق ہے کہ اس شے کو واپس کرے۔ باہر ممالک کے اکثر سپر سٹورز میں لکھا ہوتا ہے کہ تین یا سات دن کے اندر خریدی ہوئی شے واپس کر سکتے ہو، یہاں تک کہ اگر اس میں آپ سے کوئی نقص پیدا بھی ہوا ہو تب بھی اس نقصان کی قیمت وصول کر کے باقی رقم آپ کو واپس کر دی جاتی ہے۔ یہ ساری باتیں اسلام کی ہیں لیکن عمل ان پر غیر مسلم کر رہا ہے، جس کی وجہ سے آج وہ ہم سے ہر میدان میں آگے ہیں۔ آؤ سارے عزم کریں آج کے بعد جب بھی ہمیں کاروبار وغیرہ کا موقع ملا تو صرف اور صرف سچ ہی سے کاروبار چلائیں گے۔

قانون توہین رسالت میں ترمیم کی کوشش پر سخت احتجاج کریں گے

ڈاکٹر فرید پراچہ، راجہ ظفر الحق، عبداللطیف خالد چیمہ اور جمشید دستی کی روزنامہ ''اُمّت'' کراچی سے گفتگو

منصور اصغر راجہ

قانون توہین رسالت بننے سے اب تک تختۂ مشق بنا ہوا ہے امریکی وصہیونی ایجنڈے کے زیراثر کام کرنے والی جماعتیں اس کو ہر حال میں ختم کرنے کی مہم یا ڈیوٹی پر ہیں۔ ہم روزنامہ ''امت'' کراچی میں جناب منصور اصغر راجہ کی ایک تازہ رپورٹ شائع کر رہے ہیں جو ۲۵ راگست ۲۰۱۲ء کو شائع ہوئی تاکہ تحریک انصاف سمیت دیگر جماعتوں کا اصولی مؤقف سمجھنے میں آسانی رہے۔ (ادارہ)

اسلام آباد میں ایک مسیحی لڑکی کے ہاتھوں قرآن پاک کی بے حُرمتی کے بعد قانون توہین رسالت کا معاملہ ایک بار پھر زیرِ بحث آ گیا ہے۔ غیر ملکی طاقتوں اور سیکولر قوتوں کے بے پناہ دباؤ پر قانون توہینِ رسالت کو پارلیمنٹ میں زیر بحث لانے کی کوششیں ہو رہی ہیں، تاکہ اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی آڑ میں یہ قانون منسوخ کرایا جا سکے۔ پارلیمنٹ کے اندر عوامی نمائندگی رکھنے والی سیاسی جماعتیں اس سلسلے میں کیا لائحہ عمل اختیار کریں گی اور پارلیمنٹ کے باہر دینی و سیاسی جماعتوں کا اس پر کیا ردِ عمل ہوگا، اس حوالے سے مختلف دینی و سیاسی رہنماؤں سے ہونے والی گفتگو پیشِ خدمت ہے۔

جماعت اسلامی کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر فرید پراچہ نے ''اُمّت'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ اگر استعماری طاقتوں کے دباؤ پر قانون توہین رسالت کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو جماعت اسلامی تحفظ ناموسِ رسالت محاذ پر ایک بار پھر تمام دینی جماعتوں کو اکٹھا کر کے اس پلیٹ فارم کو دوبارہ فعال کرے گی اور ہم عشق رسالت میں ڈوبے ہوئے عوام کو سڑکوں پر لے آئیں گے اور ملک بھر بالخصوص ارکان پارلیمنٹ کے حلقوں میں شدید احتجاج کیا جائے گا، تاکہ وہ اس اجلاس میں شریک نہ ہو سکیں اور اگر شریک ہوں بھی تو کسی بھی پارلیمانی عمل کا حصہ نہ بنیں۔ ایک سوال کے جواب میں فرید پراچہ نے کہا کہ سیکولر قوتیں کافی عرصے سے قانون توہین رسالت کے خاتمے کے لیے کوشاں ہیں۔ اگرچہ ہمارے حکمران بھی اس معاملے میں ہمیشہ ہی کمزوری دکھانے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن چونکہ یہ انتہائی حسّاس مسئلہ ہے اس لیے ہمیں یقین ہے کہ ماضی کی طرح اب بھی یہ قوتیں اپنے ناپاک عزائم میں کامیاب نہیں ہو سکیں گی۔

مسلم لیگ (ن) کے مرکزی رہنما راجہ ظفر الحق نے اس سلسلے میں ''اُمّت'' سے بات کرتے ہوئے کہا سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہوگا کہ اس قانون کو اسمبلی میں کس مقصد کے لیے لایا جا رہا ہے اور اس پر کیا بحث ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ اس قانون کے خاتمے کے خواہاں حلقوں کو یہ سوچنا چاہیے کہ جب یہ قانون نہیں تھا تو پھر لوگ خود قانون ہاتھ میں لے لیتے تھے۔ ایک سوال کے جواب میں راجہ ظفر الحق نے کہا کہ اس قانون کا فائدہ یہ ہے کہ جس پر توہین رسالت کا الزام لگے، اسے پولیس اور عدالت کے سامنے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع ملتا ہے۔ آج تک کسی کو بھی اس قانون کی وجہ سے سزائے موت نہیں

دی گئی۔انہوں نے کہا جہاں تک قانون کے غلط استعمال کا اعتراض ہے تو اس کے تدارک کے لیے طریقہ کار وضع کیا جا سکتا ہے، یہ کوئی زیادہ مشکل کام نہیں۔تعزیرات پاکستان میں ۵۵۰ سے زائد جرائم کا ذکر ہے، اگر کہیں بدنیتی سے کام لیتے ہوئے کسی قانون کا غلط استعمال کیا جائے تو کیا اسے ختم کر دینا دانش مندی ہوگی۔انہوں نے کہا کہ یہ دراصل عالمی سازش ہے اور ایک منصوبے کے تحت عالمی سطح پر مہم چلائی جا رہی ہے۔کبھی گستاخانہ خاکے شائع کرائے جاتے ہیں اور کبھی قرآن مجید کی بے حرمتی کر کے مسلمانوں کے جذبات مجروح کیے جاتے ہیں۔ایک سوال کے جواب میں راجہ ظفر الحق نے کہا کہ یہ پتہ چلنے کے بعد ہی کہ اس قانون کو پارلیمنٹ میں کیوں زیرِ بحث لایا جا رہا ہے، مسلم لیگ (ن) کوئی واضح لائحہ عمل اختیار کرے گی۔

پیپلز پارٹی کے رکن قومی اسمبلی جمشید دستی نے اس سلسلے میں ''اُمّت'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ قانون توہین رسالت کو اسمبلی میں زیرِ بحث لانے کی باتیں محض افواہیں ہیں۔حکومتی سطح پر ابھی تک ایسی کوئی تجویز سامنے آئی ہے نہ ہی حکومت کا ایسا ارادہ ہے۔ایسی باتیں دراصل غیر ملکی فنڈ پر پلنے والی کرپٹ این جی اوز مافیا اور قادیانی لابی کا حکومت کے خلاف پروپیگنڈا ہے۔پاکستان میں اس حوالے سے ایک قانون اور طریقہ کار موجود ہے کہ اگر کسی پر الزام لگے تو اس کی انتہائی شفاف تحقیقات ہوتی ہیں۔ویسے بھی کوئی مسلمان یہ جرأت ہی نہیں کر سکتا کہ وہ توہین رسالت کے حوالے سے کسی پر جھوٹا الزام لگائے۔ایک سوال کے جواب میں جمشید دستی نے کہا کہ ہمارا مؤقف بالکل واضح ہے کہ گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پھانسی کا حق دار ہے۔پیپلز پارٹی کو اس پر فخر ہے کہ یہ قانون ذوالفقار علی بھٹو نے بنوایا تھا اور انہوں نے بدترین گستاخ رسول قادیانیوں کو انتہائی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے پارلیمنٹ سے غیر مسلم قرار دلوایا۔اس کارنامے کی وجہ سے بھٹو کا نام تا قیامت زندہ رہے گا۔ہم یہ سمجھتے ہیں بھٹو کی پھانسی کے پیچھے بھی قادیانی لابی کا ہی ہاتھ کارفرما تھا۔

مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری عبداللطیف خالد چیمہ نے ''اُمّت'' سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ قانون توہین رسالت دراصل الہامی قانون ہے اور اس کا خاتمہ امریکی ایجنڈے اور اہداف میں سرفہرست ہے۔چونکہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر اس مسئلے پر فوراً اکٹھے ہو جاتے ہیں اس لیے عالمی طاقتیں ختم نبوت کے عظیم منصب اور اجماعی عقیدے کو ہی متنازعہ بنا دینا چاہتی ہیں۔انہوں نے کہا کہ اس قانون کا خاتمہ دراصل پاکستان کی نظریاتی شناخت کو منہدم کرنے کے مترادف ہوگا۔ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ یہ طرز عمل ہمارے حکمرانوں اور سیکولر سیاستدانوں کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے اور اس سلسلے میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ مسلم لیگ (ن)، پیپلز پارٹی اور تحریک انصاف کا طرز عمل ایک جیسا ہی ہے، جس کی مجلس احرار شدید مذمت کرتی ہے۔اس حوالے سے تحریک انصاف کا مؤقف جاننے کے لیے جب مرکزی سیکرٹری اطلاعات شفقت محمود سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے مختصر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ ہم ابھی اس ایشو پر کوئی حتمی رائے نہیں دیں گے۔جب یہ قانون اسمبلی میں زیر بحث لایا جائے گا تو اس کے بعد ہم اسے پارٹی سطح پر ڈسکس کریں گے اور پھر بتائیں گے کہ تحریک انصاف اس بارے میں کیا مؤقف رکھتی ہے اور کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہتی ہے۔

(ہفتہ ۲۵ ر اگست ۲۰۱۲ء۔روزنامہ ''اُمّت'' کراچی)

مولانا ابوالکلام آزاد کی نثر

ڈاکٹر محمد حسن

ابوالکلام آزاد کی نثر رومانوی انانیت، تخیل کی فراوانی اور شدتِ جذبات کا اعلیٰ ترین مظہر کہی جاسکتی ہے۔ ان کی آواز بلندیوں سے آتی ہے اور ان کی بلند و بالا شخصیت شعلے کی طرح آسمانوں سے نیچے نہیں اترتی۔ ابوالکلام ایک پیغمبرانہ سطوت سے بولتے ہیں۔ ان کے لہجے میں انفرادیت کی وہ کھنک ہے جو اس دور کے کسی اور نثر نگار کے ہاں نہیں ملتی۔ ابوالکلام نے جس عظمت، جبروت اور اعتماد کے ساتھ ''میں'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ عہدِ جدید میں برنارڈ شا اور خلیل جبران کے علاوہ کسی نے استعمال نہیں کیا۔ ابوالکلام کی انفرادیت اس دور کی عظیم ترین تخلیقات میں شامل کی جاسکتی ہے۔

بقول قاضی عبدالغفار:

> ''اردو ادب میں کوئی دوسرا ادیب ایسا نظر نہیں آتا جس نے اس شدت کے ساتھ اپنی انفرادیت کے تازیانے عوام کی ذہنیت پر مارے ہوں۔''

اس خودداری اور انانیت کے پیچھے رومانوی ادیب کی انفرادیت پرستی ہے جسے حقیقت سے زیادہ تخیل سے محبت ہوتی ہے۔ وہ زمین کی پستیوں سے نظر اٹھا کر اتنی دیر تک کہکشاں اور ستاروں پر نظریں جمائے رہتا ہے کہ پھر بمشکل ہی واپس آسکتا ہے۔ ابوالکلام کی انفرادیت بھی اسی رومانویت کے بعد کے خمیر سے بنی ہے۔ وہ حال کا تصور کرتے ہیں تو محرومی، پستی اور افسردگی کے جذبات کے ساتھ کیونکہ ماضی اور مستقبل دونوں ایک رومانوی دھند میں لپٹے ہوئے ہیں اور حال ایک ایسی تکلیف دہ سچائی کی طرح سامنے پڑا ہے جو ابھی تک دفنائی نہیں گئی۔ ان کے آدرش بلند اور تخیل بے پایاں ہے۔ وہ کسی حقیقت سے سمجھوتہ نہیں کر سکتے بلکہ حقیقتوں کو اپنی شخصیت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں اور جب اس راہ میں دکھ اٹھاتے ہیں تو آہنی دکھ درد کو پھول سمجھ کر چن لیتے ہیں اور اسی افسردگی کو اپنا مزاج قرار دے لیتے ہیں۔ ان کی زندگی ایک خواب ہے۔ ان کا جہان ایک آئینہ خانہ ہے جو خود ان کی اپنی پرچھائیوں سے معمور ہے۔ اس کے علاوہ پستی، تاریکی اور افسردگی کے سوا اور کچھ نہیں۔

ابوالکلام میں تبدیلی کی خواہش اسی رومانوی جذبے سے پیدا ہوتی ہے۔ وہ دوم درجہ کی کسی شے سے بھی سمجھوتہ کرنا نہیں چاہتے۔ وہ دیو قامت شخصیتوں کا جہان چاہتے ہیں اور تبدیلی کی یہی خواہش انقلاب کی آرزو میں تبدیل ہو جاتی

ہے۔ حال سے بے پناہ نفرت، جذباتی اور جمالیاتی ناآسودگی کا شدید احساس اور تخیل کی بے کراں وسعت یہی ان کا بنیادی آہنگ ہے:

''میری طرف دیکھو، میں ایک انسان تم میں موجود ہوں جو سالہا سال سے صرف ایک ہی صدائے دعوت بلند کرتا رہا ہوں۔ میں صرف ایک بات کی طرف تڑپ تڑپ کر پکارتا رہا اور لوٹ لوٹ کر بلا رہا ہوں۔ تم نے ہمیشہ اعراض کیا بلکہ غفلت و انکار کی ساری سنتیں تازہ کردیں۔ افسوس تم میں کوئی نہیں جو میری زبان سمجھتا ہو۔ تم میں کوئی نہیں جو میرا آشنا سا ہو۔'' (تذکرہ)

ابوالکلام کی نثر میں ایک صاعقہ بردوش شخصیت تڑپ رہی ہے۔ ایک سچے رومانوی کی طرف انھیں حال کی سطحیت اپنی طرف متوجہ نہیں کرتی۔ وہ اپنے مصائب کو بھی ناقابلِ اعتنا جانتے ہیں اور تخیل کی بلندی اور اپنے ماحول کی ہمت شکنی انھیں پست حوصلہ نہیں کرتی۔ ان کی انفرادیت افسردگی کو سقراط کے جام کی طرح پیتی ہے اور تخیل کے بہتر جہاں میں زندگی گزارنا گوارا کرلیتی ہے۔

ابوالکلام نے شیخ بہلول دہلوی کے خاندان سے متعلق ہونے پر جگہ جگہ فخر کیا۔ ان کے آباء نے اکبر کی امامت کے محضر پر دستخط کرنے سے انکار کردیا تھا اور اس سرکشی پر سردھڑ کی بازی لگادی تھی۔ ابوالکلام کو اس سرفروشی پر فخر ہے۔ اپنے خاندان اور اپنے ماضی کا تذکرہ ان کے ہاں جگمگاتی قندیلوں اور چاندنی راتوں کے ساتھ آتا ہے اور ہر حالت میں ان کی نثر جذباتی وفور سے اس قدر لبریز ہوتی ہے کہ فکر کی میانہ روی اور اعتدال پر غالب آجاتی ہے۔ ان کا جہان برق و رعد کا جہان ہے۔ ان کی دنیا قوسِ قزح کے مدھم رنگ نہیں، سمندروں کا زیروبم اور آتش و آہن کی موسیقی ہے۔

ابوالکلام نے نثر کو نثریت سے آزاد کرایا اور ایک علیحدہ اسلوب کی بنیاد رکھی۔ ان معنوں میں وہ عہدِ جدید کے پہلے صاحبِ طرز نثر نگار ہیں جس نے اپنے طرز کے زیراثر حکمت و فلسفہ کے دبستانوں کو اپنے نغمہ و رنگ کے آگے بے کیف کردیا۔ ان کی نثر حکیمانہ ہونے سے زیادہ کچھ اور بھی ہے۔ وہ تاریخ، سیاست اور فلسفہ کا محض ذریعہ اظہار نہیں بلکہ ان سب سے بالاتر ایک آتش نوا انفرادیت کی آواز ہے اور اس کی آواز میں خود اپنی ایک جاذبیت ہے۔

ان کی نثر الفاظ و تصورات کا ایک طغیان ہے۔ ان کی انفرادیت پرستی پر رومانویت کا گہرا اثر ہے لیکن ان کی شخصیت، ان کے تصورات اور ان کے تخیل کی دنیا تمام تر مشرقی ہے۔ ان کی نثر میں عبرانی شاعری کا سا جوش پایا جاتا ہے جسے ایک نقاد نے صحرا میں ایک تناور درخت کے جلنے سے تشبیہ دی تھی۔ ایک نمونہ دیکھیے:

''اپنی سرگزشت اور روئیدادِ عمر لکھوں تو کیا لکھوں۔ ایک نمودِ حباب اور ایک جلوۂ سراب کی تاریخ قلم بند ہو تو کیونکر؟ دریا میں حباب تیرتے ہیں، ہوا میں غبار اڑاتے ہیں، طوفان نے درخت گرادیے

ہیں۔سیلاب نے عمارتیں بہادی ہیں۔عنکبوت نے اپنی پوری زندگی تعمیر میں بسر کردی۔مرغ آشیاں پرست نے کونے کونے سے چن کر تنکے جمع کیے۔خرمن و برق کا معاملہ آتش وخس کا افسانہ،ان سب کی سرگزشتیں لکھی جاسکتی ہیں تو لکھ لیجیے۔میری سوانح عمری بھی انہی میں مل جائے گی۔نصف افسانۂ امید اورنصف ماتم یاس۔'' (تذکرہ)

ابوالکلام کی نثر کا ایک تاریخی اثر ہوا۔انھوں نے ہمارے نوجوان ایشیائی ذہنوں پر انفرادیت کے تازیانے مارے ہیں اور پستی اور محرومی، ذلت اور کم ہمتی کا وہ احساس دلایا ہے جو تبدیلی کی شدید خواہش اور حال سے بے پناہ نفرت کی شکل میں ظہور پذیر ہوا۔ان کی نثر نے اردو ادب کو ایک نیا اعتماد بخشا ہے اور اس اعتماد نے خود سے اور کائنات کے حسن سے محبت کرنا سیکھی۔

(''اردو ادب میں رومانوی تحریک''، کاروانِ ادب، ملتان،۱۹۹۳ء،ص۳۲ تا۳۵)

انتظامیہ

منقبت

کاتب وحی، امیر المومنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ

حکیم سید سرو سہارنپوری

۹/ جون ۲۰۱۲ء کو حکیم سید محمود احمد سرو سہارنپوری رحمۃ اللہ کی تیمارداری کے لیے راولپنڈی میں اُن کی رہائش پر حاضری ہوئی تھی۔ وہ شدید علیل تھے اور میری آمد کا سن کر انتظار کر رہے تھے۔ زیادہ بولنے کی سکت نہ تھی لیکن اپنی ساری قوت جمع کر کے میرے ساتھ گفتگو کی کوشش کرتے رہے۔ اور حضرت امیر شریعتؒ سے وابستہ یادگار واقعات سناتے ہوئے آبدیدہ ہوتے رہے، کسے معلوم تھا کہ یہ اُن سے آخری ملاقات ہے۔ گزشتہ ماہ اُن کا انتقال ہو گیا، یہ منقبت اسی موقع پر انہوں نے نقیب میں اشاعت کے لیے عنایت فرمائی اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے (مدیر)

معاویہ عشقِ رسالت ترا دمساز ہوا	کاتبِ وحیِ الٰہی ترا اعزاز ہوا
ایسا برسا ہے یہاں رحمتِ حق کا بادل	ابوسفیانؓ کا بیٹا بھی سرافراز ہوا
فتحِ مکہ نے تجھے راہِ ہدایت بخشی	دین کے واسطے دروازۂ دل باز ہوا
خدمتِ دینِ محمد تری تقدیر میں تھی	اس لیے رشد و ہدایت سے سرافراز ہوا
خطۂ شام کی مسند تجھے اللہ نے دی	ارضِ میراثِ براہیم سے آغاز ہوا
تو بہرحال یہاں دیں کی سپر بن کے رہا	سطوتِ دیں کے لیے منفرد انداز ہوا
جس جماعت کے ہر اک فرد سے راضی ہے خدا	اس جماعت میں ترا نام بھی ممتاز ہوا
بڑا اعزاز محمد کی غلامی ٹھہری	تو محمد کی غلامی سے سرافراز ہوا
نسبتِ رحمتِ عالم ہی تو سرمایہ ہے	اس شرف سے تری تقدیر کو بھی ناز ہوا
تو کبھی حلقہ نشینانِ طریقت میں ملا	کبھی اربابِ شریعت سے ہم آواز ہوا
کبھی تلوار اٹھائے ہوئے جنگاہ میں تھا	کبھی قانون کی تشریح میں ممتاز ہوا
کہیں اپنوں کی محبت کے لیے زمزمہ خواں	صف ِ اعداء پہ کہیں برقِ بلا ساز ہوا
تو نے اسلامی ریاست کو کیا ہے مضبوط	تو کہ سیرت کے ہر اک رنگ میں جانباز ہوا

سرؔو میراثِ خلافت بھی ملی ہے اس کو
وہ جو قرآن کی خدمت سے سرافراز ہوا

غزل

پروفیسر خالد شبیر احمد

اے حرفِ شوق معرضِ تقریر میں تو آ
اے خواب دیدہ، خواب کی تعبیر میں تو آ

ظلمت کدہ یہ تیرا پھر سے جگمگائے گا
تو دائرۂ دین کی تنویر میں تو آ

کب تک رہے گی گود میں الفاظ کی نہاں
دل کی دُعا تُو صورتِ تاثیر میں تو آ

پھر کفر سر جھکائے گا پائے ثبات پر
شوش(۱) کی طرح شورشِ زنجیر میں تو آ

تاریخ تیری پڑھنے کو بے چین نسلِ نو
اے نارسیدہ آرزو تحریر میں تو آ

گن گاؤں گا میں تیرے ہی حُسن و جمال کے
میری نگاہِ ذوق کی تصویر میں تو آ

خالدؔ جنوں کے مرحلے طے ہوں گے بالیقیں
اک بار پھر سے حلقۂ شبیر(۲) میں تو آ

☆☆☆

(۱) شورش کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ

(۲) سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

قسط:۱۶

ورق ورق زندگی

پروفیسر خالد شبیر احمد

لالیاں میں احرار کانفرنس (۱۹۵۰):

۱۹۵۰ء میں چناب نگر (ربوہ) کے نزدیک لالیاں میں بھی تحفظ ختم نبوّت احرار کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پاکستان بھر سے لوگوں نے شرکت کی اور علمائے کرام نے قادیانیت کے چہرے کو بے نقاب کر کے پاکستان کے خلاف قادیانی مذموم عزائم کو منظر عام پر لا کر دین اسلام کی خدمت کا فریضہ ادا کیا۔ چنیوٹ شہر کے جیشِ احرار میں مَیں بھی شامل تھا جس نے اس کانفرنس کے تمام انتظامی امور سرانجام دیے۔ لالیاں میں مجھے امیر شریعتؒ اور قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے قریب بیٹھ کر اُن کی خوب صورت باتیں سننے کا اچھا موقع ملا۔ اسی موقع پر کسی تنظیمی معاملے میں امیر شریعتؒ کو قاضی صاحب کی سرزنش کرتے ہوئے بھی دیکھا۔ قاضی صاحب انتہائی ادب و احترام کے ساتھ شاہ جی کی باتیں کو سر جھکا کر سنتے رہے۔ شاہ جی سے معافی کی استدعا کی جو قبول ہوئی اور پھر دونوں اس طرح ہو گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں تھا۔ اسی کانفرنس میں مرزا غلام نبی جانبازؒ کو پہلی مرتبہ دیکھا۔ جن کی نظموں نے پورے اجلاس میں بڑا جوش و خروش پیدا کر دیا تھا۔ ہر طرف سے نعرۂ تکبیر کی صدا بلند ہوتیں اور اللہ اکبر کے الفاظ فضا میں تحلیل ہو جاتے۔ ہر شعر پر لوگ عش عش کر اٹھتے اور مرزا جانباز پر داد کے ڈونگرے برساتے۔ اُن کی نظم کا ایک شعر آج بھی میرے ذہن میں گونج رہا ہے:

میری مانو چلو منجدھار میں موجوں سے ٹکرائیں
وگرنہ دیکھنا ساحل پہ سارے ڈوب جائیں گے

مسلم ہائی سکول طارق آباد میں داخلہ (۵۰۔۱۹۴۹)

۵۰۔۱۹۴۹ء کے تعلیمی سیشن کے دوران میں نے مسلم ہائی سکول طارق آباد (فیصل آباد) میں تین سال کے تعطل کے بعد (۱۹۴۶ء میں میں نے ساتویں جماعت کا امتحان فتح پوری مسلم ہائی سکول سے پاس کر لیا تھا) آٹھویں جماعت میں داخلہ لے لیا۔ میں نے ان تین سالوں میں قاری مشتاق احمد صاحب سے قرآن مجید ناظرہ پڑھ لیا تھا اور اس کے علاوہ کئی سورتیں زبانی بھی یاد کر لی تھیں۔ قاری صاحب شہر کے واحد قاری تھے جو ہمارے جلسوں میں تلاوت کرتے تھے۔ انھوں نے ساری عمر بچوں کو قرآن مجید پڑھانے میں صرف کر دی۔ جامعہ عربیہ (جو بعد میں مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کی نگرانی میں آ گیا تھا) کی بنیاد بھی قاری مشتاق احمد صاحب نے ہی رکھی تھی۔ وہ ہمیں وہاں لے جا کر مزدوری بھی کراتے اور بتاتے تھے کہ یہاں ایک دینی مدرسہ قائم ہوگا جس کا ثواب آپ لوگوں کو بھی ہوگا۔ اسی مدرسہ میں قاری مشتاق احمد صاحب کی قبر بھی ہے۔ انتہائی مخلص، محنتی اور درد دل رکھنے والے مسلمان تھے۔ میرے ساتھ تو خصوصی تعلق تھا۔ آج بھی اُن کے اس پیار اور محبت کی مٹھاس میری یادوں میں رس گھولتی اور دل و دماغ پر عجیب کیفیت طاری کر دیتی ہے۔ سوچتا ہوں کہ کیسے کیسے لوگ تھے جو موت

کا شکار ہو کر زیرِ زمیں چلے گئے۔ جن کا پل بھر کے لیے اوجھل ہونا مشکل معلوم ہوتا تھا:

سب کہاں کچھ لالہ و گُل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں

بہرحال مسلم ہائی سکول طارق آباد میں داخلہ سے میری پڑھائی دوبارہ شروع ہو گئی۔ ہمیں اس طرح ایک مرتبہ پھر چنیوٹ سے فیصل آباد (تب لائل پور) آنا پڑا۔ والد صاحب تین سال متواتر کام سے الگ تھلگ رہے تو ہمارے گھر کی معاشی حالت انتہائی تشویش ناک ہو گئی تھی۔ والد صاحب نے لائل پور میں شیخ محبوب الٰہی صدر انجمن اسلامیہ سے رابطہ قائم کیا اور انھیں مسلم ہائی سکول طارق آباد میں ملازمت کی درخواست دی جو منظور کر لی گئی۔ چنانچہ انہوں نے مسلم ہائی سکول طارق آباد میں انگلش ٹیچر کی حیثیت سے دوبارہ ملازمت حاصل کر لی۔ اس سے پہلے بھی آپ مسلم ہائی سکول گجر بستی کے مڈل سکول میں اسی انجمن کے ملازم رہے تھے جس کا ذکر ابتدا میں ہو چکا ہے۔ ملازمت تو مل گئی لیکن لائل پور میں رہائش کا انتظام نہ ہو سکا۔ دوسرے تیسرے روز والد صاحب کو سائیکل کے ذریعے ہماری خبر لینے کے لیے چنیوٹ آنا پڑتا تھا۔ چند ماہ بعد وہ اسی وجہ سے پاؤں کے عارضہ میں مبتلا ہو گئے۔ جس کا علاج بھی ہوتا رہا اور وہ طارق آباد سکول میں پڑھاتے بھی رہے۔ پھر اتفاقاً ان کی ملاقات شیخ عزیز احمد (مالک کالونی فلور ملز) سے ہوئی۔ شیخ صاحب کو والد محترم اُن کے بچپن میں ٹیوشن پڑھاتے رہے تھے، اس لیے وہ اُن کا بطور استاد انتہائی احترام کرتے تھے۔ شیخ صاحب نے اس ملاقات میں پوچھا کہ مجیدی صاحب آج کل آپ کیا کر رہے ہیں؟ آپ نے کہا کہ وہی کام جو ہمیں آتا ہے یعنی مسلم ہائی سکول طارق آباد میں پڑھا رہا ہوں۔ شیخ عزیز احمد صاحب نے کہا کہ چھوڑیئے مجیدی صاحب کافی پڑھا لیا۔ اب آپ میرے پاس آیئے اور میری ملز کی دفتری ذمہ داریاں سنبھالیے۔ بطور آفس منیجر مجھے آپ جیسے دیانت دار آدمی کی انتہائی ضرورت ہے۔ میں آپ کا ممنونِ احسان ہوں گا اگر آپ میری اس خواہش کو پورا کریں اور ساتھ ہی ملز میں آپ کو رہائش کے لیے کوارٹر بھی مل جائے گا۔ اس وقت چونکہ والد صاحب کا بنیادی اور اہم مسئلہ لائل پور میں رہائش کا ہی تھا۔ اس لیے آپ نے فوراً ہامی بھر لی اور مسلم ہائی سکول طارق کی نوکری چھوڑ کر کالونی فلور ملز المعروف ''لال ملز'' میں بطور آفس منیجر کام شروع کر دیا۔ اس طرح ہم ایک مرتبہ پھر چنیوٹ سے فیصل آباد چلے آئے۔

مسلم ہائی سکول طارق آباد:

فیصل آباد میں مسلم ہائی سکول طارق آباد ایک عظیم الشان تعلیمی درس گاہ کے طور پر پہچانا جاتا تھا۔ اس سکول کی شہرت دور دور تک تھی۔ مسلمانوں کی واحد تعلیمی درس گاہ، جس کی قیام پاکستان سے پہلے بھی ایک منفرد و ممتاز حیثیت تھی۔ اس کا تعلیمی معیار بہت اچھا تھا اور کھیلوں کے میدان میں بھی پورے ضلع میں اس کا کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ ہاکی، فٹ بال، کبڈی میں تو خاص طور پر اس سکول کو بڑی شہرت حاصل تھی۔ فٹ بال میں عبدالحق کا ایک نام ہے جو اسی سکول کی فٹ بال ٹیم کا کھلاڑی تھا۔ وہ بعد میں آل پاکستان فٹ بال ٹیم کا کپتان بھی رہا۔ یہاں کے کبڈی کے کھلاڑی غلام نبی ایک مدت تک سکول کی شہرت کا باعث بنے رہے۔ چودھری غلام رسول جو روم اولمپک ۱۹۶۰ء پاکستان کی فاتح ٹیم کا نائب کپتان تھا اسی سکول کی ہاکی ٹیم کا ممبر رہا اور یہیں اس

نے ہاکی کی تربیت حاصل کی۔ غرض یہ کہ مسلم ہائی سکول طارق آباد ہر لحاظ سے خواہ تعلیم ہو یا نظم وضبط، کھیل ہو یا تربیت شہر کی ایک اہم درس گاہ تھی جس میں مجھے داخل کروادیا گیا۔ اور میرا یہ اعزاز کہ میں نے ان تمام کھلاڑیوں کے ساتھ مل کر اسی سکول میں ہاکی کے کھیل کو منظم طور پر شروع کیا اور ہاکی میں ایک نام پیدا کیا۔ چودھری غلام رسول (جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے) کے ساتھ مل کر میں نے ایک سال تک ہاکی کھیلی۔ اختر رسول جس نے بعد میں پاکستان کی ہاکی ٹیم کے سنٹر ہاف کے طور پر بڑا نام پیدا کیا وہ چودھری غلام رسول کے بیٹے تھے۔ وہ اپنے باپ کی انگلی پکڑ کر کبھی کبھار زرعی کالج جو اس وقت یونیورسٹی نہیں تھا آیا کرتا تھا۔

سکول کی عمارت:

مسلم ہائی سکول طارق آباد کی عمارت بھی انتہائی خوب صورت اور دل کش تھی۔ سکول میں داخل ہوتے ہی احساس ہوتا تھا کہ کسی انتہائی خوبصورت اور دل فریب علاقے میں داخل ہوگئے ہیں۔ عمارت کے تین اطراف میں کھیل کے میدان سرسبز گھاس کے ساتھ ایک عجیب سماں پیدا کرتے تھے۔ وسیع میدانوں کے مغربی کونے میں سکول کی عمارت اپنی آن بان شان الگ دکھاتی نظر آتی تھی۔ خصوصاً ہال کمرہ کے سامنے سکول کا ''لوگراؤنڈ'' اس کے ماتھے کا جھومر تھی۔ اس عمارت کو اگر دلہن سے تشبیہ دی جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اسے دیکھنے والا دیکھتا ہی رہ جاتا۔ ''لوگراؤنڈ'' میں ہر قسم کے رنگا رنگ پھول دیکھنے والے کو فطری حسن کے نظارے کی دعوت دیتے۔ مختلف اقسام کے پھولوں سے لدا پھدا یہ باغ اہل نظر کے سامنے فطرتی حسن کا دل کش منظر پیش کرتا تھا۔ ہر پھول پر تتلیوں کے جھنڈ اور بلبلوں کی آمد و رفت دیکھ کر کبھی تو غالب کے اس شعر کی طرف دھیان چلا جاتا:

بلبل کے کاروبار پر ہیں خندہ ہائے گل
کہتے ہیں جس کو عشق خلل ہے دماغ کا

اور جب کبھی نظر تتلیوں کے پروں پر پڑتی تو تتلیوں کے مختلف رنگوں کی حسین وجمیل آمیزش سامنے آتی تو بے اختیار قدرت کی کرشمہ سازی پر رشک آتا

پھولوں کی رفاقت کا کرشمہ ہے کہ خالدؔ
ہر رنگ سجا دیکھا ہے تتلی کے پروں میں

ہیڈ ماسٹر:

ملک اللہ یار رحمۃ اللہ علیہ اس سکول کے ہیڈ ماسٹر تھے۔ انتہائی دل کش شخصیت سر پر پگڑی، چہرے پر ریش مبارک، اچکن، شلوار اُن کا مستقل لباس تھا۔ لہجے میں نرمی اور دھیمے انداز میں گفتگو کرتے۔ محسوس ہوتا کہ اتنا بڑا سکول یہ درویش قسم کا آدمی کیسے چلاتا ہوگا۔ لیکن نظم وضبط کے معاملے میں اُن کی سختی دیکھ کر مسئلہ حل ہو جاتا تھا۔ نظم کے معاملے میں خواہ طالب علم ہو یا استاد کسی سے رعایت، درگزر یا لحاظ جیسے الفاظ اُن کی لغت میں نہیں تھے۔ سکول کے تمام اساتذہ انتہائی قابل، محنتی اور مخلص تھے۔ دو چار نام اب بھی میرے ذہن پر کندہ ہیں جنھیں شاید میں مرتے دم تک نہ بھلا سکوں: ماسٹر خادم حسین انگریزی کے استاد اور ہماری ہاکی ٹیم کے کوچ بھی تھے۔ وہ ہمیشہ مسکراتے ہوئے گفتگو کرتے اور کبھی انھیں ہم نے غصے کی حالت میں نہیں دیکھا۔ ماسٹر یٰسین صاحب میرے کلاس انچارج تھے۔ وہ خوب انگریزی پڑھاتے تھے۔ ماسٹر

عطا محمد چٹھہ صاحب تاریخ کے استاد تھے۔ایک دوسرے استاد وہ بھی عطا محمد نام کے تھے۔انتہائی محنتی اور خوش اخلاق تھے۔ حساب اور انگریزی گرامر پڑھاتے۔ ماسٹر رحمت علی صاحب اردو فارسی کے استاد تھے۔ان تمام اساتذہ کی اپنے پیشے کے ساتھ سچی لگن، خلوص اور محنت دیکھ کر آج برسوں بعد بھی انھیں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے مجھے ایک روحانی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ میرے یہ محسن اساتذہ ان لوگوں میں سے تھے جن کے بارے میں کہا جاسکتا ہے:

پڑتا ہے جونہی دل پر تیرے نقش کا پرتَو
اک چاند ابھر آتا ہے تاریک سے گھر میں

آٹھویں، نویں، دسویں تین سال کے عرصے میں اس سکول نے میری عمر کے دامن میں بہت کچھ بھر دیا۔ ایک تو مجھے یہاں باقاعدگی اور تسلسل کے ساتھ ہاکی کھیلنے کا موقع میسر آیا۔ میری مدتوں کی خواہش کہ مجھے ایسا ماحول مہیا ہو کہ میں باقاعدہ ایک نظم کے ساتھ ہاکی کھیل سکوں، یہاں پوری ہوئی۔ شہر میں مجھے بطور ہاکی پلئیر شہرت اس درس گاہ کی وجہ سے ملی، شہر کے اہم کھلاڑیوں سے تعارف ہوا۔ پھر میں نے اسی سکول کی طرف سے کئی دفعہ مختلف سکولوں میں ہونے والے تقریری مقابلوں میں شرکت بھی کی۔ جس کی وجہ سے میرے اندر عوام کو خطاب کرنے کے لیے اعتماد کی خوبی بھی پیدا ہوئی اور قوت گفتار و اظہار میں بھی گراں قدر اضافہ ہوا۔ میں سمجھتا ہوں تعلیمی دور میں اگر تقریر کرنے کا وصف حاصل ہو جائے تو ایک طالب علم کو ساری عمر کام دیتا رہتا ہے۔ شہر کے مشہور مقرر اقبال فیروز (ایم۔سی سکول) اور پروفیسر عبدالرحمٰن شاکر (پاکستان ماڈل سکول کے مقرر) اسی سکول ٹائم میں میرے دوست بنے۔ اسی سکول میں میری ملاقات حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ہوئی۔ جو میری زندگی کے اُن حضرات میں شامل ہیں جن سے میں انتہائی متاثر ہوا ہوں۔ میں نے تین سال تک ان سے دینیات پڑھی۔ شرافت کا مجسمہ، انتہائی مخلص اور وضع دار شخصیت کہ پورا شہر اُنہیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ والد صاحب کے انتہائی قریبی دوستوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ والد صاحب اکثر اُن کے ہاں جاتے اور آ کر اُن کے زہد و تقویٰ کے روح افروز واقعات بیان کرتے تو ہم سب پر ایک عجیب روحانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ پھر والد محترم ان کے وسیع دسترخوان کا ذکر کرتے ہوئے ایک خاص کیفیت میں مبتلا ہو کر اُن کے گھر والوں کی تعریف بھی کرتے اور اپنے گھر والوں کو ان کی تقلید کے لیے بھی کہتے کہ مولانا شریف جالندھری صاحب نے کبھی اکیلے کھانا نہیں کھایا۔ پانچ دس آدمی جب تک ان کے گھر میں اکٹھے نہ ہو جاتے کھانے کو ہاتھ نہ لگاتے۔ لوگوں کو اپنے دسترخوان پر جمع کر کے اُنہیں کھانا کھلانا گویا اُن کی محبوب ترین عادت بن گئی تھی جو تاحیات قائم رہی۔

ان کی کلاس میں ننگے سر بیٹھنا سخت ممنوع تھا۔ بغیر سر ڈھانپے کوئی لڑکا ان کی کلاس میں بیٹھنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ اگرچہ وہ میرے والد صاحب کے دوست تھے لیکن کلاس میں میرے لیے کوئی رعایت نہیں تھی۔ انہیں اس بات کا بھی علم تھا کہ میں مجلس احرارِ اسلام کا سرگرم کارکن ہوں۔ اسی لیے کبھی کبھی مجھے ”اے اوا حراری“ کہہ کے بھی بلاتے تھے انہی کی نواسی جانشین امیر شریعت مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاریؒ کے عقد میں آئیں جو مدیر ”الاحرار“ سید محمد معاویہ بخاری کی والدہ ماجدہ ہیں۔ ماشاء اللہ حیات ہیں اللہ تعالیٰ انہیں تا دیر سلامت رکھے۔ والد صاحب ان دو بہنوں کو بچپن میں

پڑھاتے بھی رہے ہیں دوسرے الفاظ میں والد محترم، مولانا شریف جالندھریؒ کے گھر کے بچوں کے اتالیق بھی تھے اور ان دو اہم دینی گھرانوں (امیر شریعت اور مولانا شریف جالندھری) کے ملاپ کا باعث بھی والد محترم ہی تھے کہ دونوں جانب سے ابتدائی گفتگو والدِ محترم کے ذریعے ہی ہوئی تھی۔

جھوٹ بولنے کی سزا:

یہ تین برس میں جو میرے اس سکول میں گزرے انتہائی اچھے اور ہر لحاظ سے میری ذہنی تربیت کے لیے فائدہ مند ثابت ہوئے۔ کئی ایسے واقعات ہیں جو میری زندگی میں خاص اہمیت رکھتے ہیں اور ان کا تعلق اسی سکول کی زندگی سے ہے۔ مثلاً جھوٹ بولنے کی سزا۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ میرے ایک دوست بشیر جو میرے ساتھ ہاکی کھیلتے تھے اور شہر میں ان کی بھی بطور ہاکی پلیئر اچھی خاصی شہرت تھی۔ ہر وقت ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہتے۔ اس سے بہت اچھا تعلق تھا۔ ایک دن میں اس کے گھر گیا جو سکول کے پاس ہی تھا۔ اس وقت وہ بڑا پریشان تھا۔ میں نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ میری والدہ میو ہسپتال میں داخل ہے، ان کا رسولی کا آپریشن ہونا ہے۔ دو بوتلیں خون کی درکار ہیں۔ ایک تو میں دے دوں گا دوسرے کے لیے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ جس دوست سے کہتا ہوں انکار کر دیتا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ اس سے بڑی پریشانی کیا ہو سکتی ہے کہ کل ''آپریشن ڈے'' ہے اور آج تک خون کا انتظام نہیں ہوا۔ میں نے بغیر سوچے سمجھے مسکراتے ہوئے جواب دیا کہ واہ بھائی یہ کون سی پریشانی ہے جس کے لیے تم اتنے افسردہ ہو۔ دوسرا میں جو ہوں۔ تمہارے ساتھ لاہور جا کر خون دوں گا۔ یہ سن کر اس کے چہرے پر رونق آ گئی تھی جسے میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ چنانچہ دوسرے دن گھر میں یہ کہہ کر کہ میں لاہور میں ہاکی کا میچ کھیلنے جا رہا ہوں، بشیر کے ساتھ لاہور خون دینے کے لیے چلا گیا۔ یہ جھوٹ اس لیے بولا کہ اگر خون کا کہا تو شاید گھر والے اجازت نہ دیں۔ لیکن مجھے پتا تھا کہ والد صاحب نے مجھے ہاکی کھیلنے سے کبھی بھی منع نہیں کیا تھا اور دوسرے شہروں میں بھی جانے کی اجازت دے دیتے تھے۔

لاہور ہسپتال پہنچ گئے۔ ایک کمرے میں مجھے لٹا دیا گیا۔ میں نے خون لینے والے سے کہا کہ ''اتنا میرے جسم میں رہنے دینا کہ واپس جا سکوں باقی تمام کا تمام نکال لو۔'' میری یہ بات سن کر وہ خوش ہوا اور کہنے لگا واہ بھائی واہ بڑے دلیر معلوم ہوتے ہو تمہیں کچھ نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایک بوتل خون کی دی جس کے بعد اُسی نے مجھے خاص قسم کی چائے کی پیالی اور کچھ بسکٹ کھانے کے لیے دیے۔ جس کے بعد میں بالکل ٹھیک تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ ہم دونوں خون دے کر وارڈ میں بشیر کی والدہ سے بھی ملنے کے لیے گئے تو جب اسے میرے بارے میں بتایا گیا کہ میں نے ان کے آپریشن کے لیے خون دیا ہے تو اس کی والدہ نے مجھے ڈھیروں دعائیں دیں اور کہا کہ آج سے تم بھی میرے ویسے ہی بیٹے ہو جیسے کہ یہ میرا بیٹا بشیر ہے۔ اپنے بیٹے سے کہا کہ کافی سارے بادام میرے گھر میں پڑے ہیں۔ یہ میرے بیٹے شبیر کو دے دینا تا کہ اس کی توانائی بحال ہو بہر حال ہم واپس لائل پور آ گئے۔

دوسرے روز جب میں سکول گیا تو اچانک میری طبیعت خراب ہو گئی۔ کچھ غنودگی کے آثار محسوس کیے اور چند لمحوں کے لیے مجھے کوئی ہوش نہ رہا۔ اسی اثناء میں معاملہ ہیڈ ماسٹر کے نوٹس میں لایا گیا تو انھوں نے چپڑاسی سے کہا کہ تم شبیر کو اس کے گھر چھوڑ آؤ۔ ہیڈ ماسٹر صاحب میرے والد کے قریبی دوستوں میں شمار ہوتے تھے اور یہ نوازش فقط اسی وجہ سے تھی حالانکہ میں کہتا رہا

کہ میں بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں اور گھر جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن ہیڈ ماسٹر نے ایک نہ مانی اور مجھے ایک تانگے پر گھر بھیج دیا گیا۔ چپڑاسی نے مجھے چھوڑتے ہوئے، والدہ محترمہ کو بتایا کہ شبیر سکول میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ والد صاحب اس وقت گھر پر نہیں تھے۔ والدہ صاحبہ نے پوچھا کہ تم اچھے بھلے صحت مند ہو، ہاکی کھیلتے ہوئے تو تم تھکتے نہیں یہ بے ہوشی والا معاملہ کیا ہے۔ میں نے والدہ محترمہ کو اصل بات بتادی کہ کل لاہور میں میچ کھیلنے کے لیے نہیں بلکہ خون دینے کے لیے گیا تھا۔ شاید اس کے اثرات تھے کہ میں صرف چند لمحوں کے لیے بے ہوش گیا تھا۔ میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ اس کے باوجود والدہ نے مجھے گرم دودھ پلا کر بستر میں سلا دیا۔ دوسرے روز جب میں ناشتہ کر کے بستہ لے کر جانے لگا تو والد جنھیں والدہ صاحبہ نے اصل بات بتادی تھی مجھے ڈانٹتے ہوئے کہا کہ ''تم سکول نہیں جاؤ گے بستہ رکھو اور گھر پر ہی رہو۔'' میں اس کی وجہ نہ جان سکا اور نہ مجھ میں اتنی ہمت تھی کہ پوچھوں سکول نہ جانے کی آخر وجہ کیا ہے۔ دوسرے اور تیسرے روز بھی میرے ساتھ یہی ہوا کہ مجھے سکول نہ جانے دیا گیا تو پھر میں نے ہمت کر کے والد صاحب سے پوچھ ہی لیا کہ گھر پر روکنے اور سکول نہ بھیجنے کی آخر وجہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا:

''تمھیں وجہ کا ابھی تک پتا نہیں چلا۔ جو بچہ نویں جماعت میں پڑھتا ہے، والدین کو دھوکا دیتا ہے اور گھر میں جھوٹ بولتا ہے وہ میرے نزدیک تعلیم حاصل کرنے کا سرے سے مستحق ہی نہیں۔ تمھاری تعلیم اب ختم ہو چکی ہے۔ اب تم ایک دو سال گھر پر آرام کرو۔ جسم ذرا توانا ہو گیا تو اسی ملز میں تمھیں پانڈیوں میں بھرتی کرا دوں گا۔ جھوٹ بولنے والے کا تعلیم سے کیا تعلق ہے۔''

اس وارننگ سے میری حالت غیر ہو گئی کہ یہ کیا ہو گیا۔ میری آنے والی زندگی کے سارے پروگرام اندھیر ہوتے دکھائی دیے۔ میں کمرے کے کونے میں بیٹھ کر زار و قطار رونے لگا۔ اب والدہ چپ کرا رہی تھی اور میں روئے جا رہا تھا۔ والد صاحب دفتر چلے گئے۔ سارا دن پریشانی میں گزرا۔ ہاکی کا کھلاڑی بننے کا خواب بھی بکھرتا نظر آنے لگا۔ سوچتا رہا کہ اب کیسے والد صاحب کو معافی دینے پر آمادہ کیا جائے۔ اس بات پر بھی مجھے بڑا تعجب تھا کہ آخر میں نے جھوٹ بولا تو ایک اچھے کام کے لیے ہی تھا۔ ایک دوست جو کہ بہت پریشان تھا۔ اس کی والدہ کی زندگی اور موت کا مسئلہ تھا اور یہ کوئی برا کام تو نہیں تھا۔ والد صاحب نے اس ساری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے مجھے جھوٹ بولنے کی اتنی سخت سزا کیوں دی۔ آخر انھوں نے جھوٹ کے اس اچھے پہلو کو کیوں نظر انداز کر دیا۔ سمجھا تو فقط یہ کہ اچھے کام کے لیے بھی جھوٹ بولنا جھوٹ ہی ہے۔

آخر اس مشکل کا ایک ہی حل میری سمجھ میں آیا اور میں گھر والوں سے چوری اپنے سکول گیا اور ساری کہانی ہیڈ ماسٹر صاحب کو بتادی اور اُن سے درخواست کی کہ یہ بگڑا ہوا کام آپ ہی ٹھیک کروا سکتے ہیں۔ آپ میرے گھر آکر مجھے معافی دلوا دیں۔ میں آئندہ کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے ہامی بھر لی اور پھر وہ کسی فارغ وقت پر ہمارے گھر تشریف لائے۔ جہاں پر میری پیشی ہوئی اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی سفارش پر مجھے معاف کر دیا گیا اور اس طرح تقریباً ایک ہفتے کے بعد میں نے دوبارہ سکول جانا شروع کیا۔ لیکن اس سزا سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ اب جھوٹ بولنا چاہوں بھی تو نہیں بول سکتا اور اگر میں یہ کہوں کہ اس واقعہ کے بعد مجھے کبھی جھوٹ بولنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی تو اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔

چک جھمرہ میں ڈسٹرکٹ ٹورنامنٹ اور ہماری پٹائی:

سکول سے وابستگی کا ایک اور اہم واقعہ شاید مجھے کبھی نہ بھولے۔ چک جھمرہ ہائی سکول میں ہماری لڑائی ہوئی اور یہ لڑائی خطرناک صورت اختیار کرگئی۔ مجھ سمیت تین لڑکے شدید زخمی ہوئے اور ہسپتال داخل ہوئے جبکہ ایک لڑکا سکول والوں کا تھا۔ اس سال فیصل آباد ڈسٹرکٹ ٹورنامنٹ چک جھمرہ میں منعقد کرنے کا فیصلہ ہوا۔ چنانچہ ضلع بھر کے سکولوں کی تمام ٹیمیں چک جھمرہ ہائی سکول پہنچ گئیں۔ شروعات تو اچھی تھی لیکن چک جھمرہ ہائی سکول کی ساری ٹیمیں ہار گئیں۔ صرف ایک ہاکی ٹیم باقی رہ گئی تھی۔ سکول کے دیہاتی لڑکوں نے پہلے ہی سے یہ پروگرام بنالیا تھا کہ اگر ہاکی میں بھی اُن کے سکول کی ٹیم ہار گئی تو پھر ان شہری لڑکوں پر حملہ کردو اور اس طرح وہ نقصان جو ہارنے کی وجہ سے ہوا اُس کا ازالہ ہوجائے گا۔
ہمارے کھلاڑیوں کے وہم وگمان میں بھی مخالف ٹیم کا خطرناک منصوبہ نہ تھا۔ ہم دو گول کر چکے تھے۔ تیسرے گول کے لیے بال میرے پاس تھا اور میں ایسی پوزیشن میں تھا کہ تیسرا گول کردوں۔ کیونکہ میرے سامنے فقط اُن کا گول کیپر ہی تھا۔ اس سے پہلے کہ میں بال کو گول میں پھینکتا۔ مخالف ٹیم نے ہاکیوں کی مدد سے مجھے زمین پر گرادیا اور میرے جسم پر ہاکیوں کی بارش کردی۔ اس کے باوجود میں اٹھ کھڑا ہوا اور ایک لڑکے کے سر پر ہاکی اس زور سے ماری کہ اس کا سر شدید زخمی ہوگیا۔
اس لڑائی کی وجہ سے کھیل ختم ہوگیا۔ اب گراؤنڈ اہلِ علاقہ اور سکول کے حامیوں سے بھر چکا تھا۔ میں ان لوگوں کے گھیرے میں آچکا تھا۔ دفعتاً کسی لڑکے نے میرے سر پر بڑے زور سے ہاکی ماری۔ یہ ضرب اتنی شدید تھی کہ میرے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ میں بڑی مشکل سے وہاں سے بھاگ کر سکول کی کچی دیوار کے ساتھ کھڑا ہوگیا۔ میرے سر سے مسلسل خون بہہ رہا تھا۔ ہمارے سکول کے پرائمری کلاس کے بچوں کو بھی بری طرح مارا گیا۔ ہمارے ایک کھلاڑی کے پیٹ میں ''جیولن تھرو'' نیزہ مارا گیا جو سیدھا اس کے دل کے قریب آکر رکا۔ اس دوران ایک دوسرے لڑکے کو بھی بری طرح پیٹا گیا۔ سکول کے گراؤنڈ کی اس دیوار کے ساتھ تھانے کی دیوار تھی۔ ماسٹر خادم حسین جو ہمارے ہاکی کے کوچ بھی تھے اور انچارج بھی۔ انھوں نے دیوار پھلانگ کر تھانے میں اطلاع دی۔ وہاں سے فوری طور پر پولیس گراؤنڈ میں آئی۔ تب جا کر معاملہ کنٹرول میں آیا۔ ہمارے ہیڈ ماسٹر صاحب کی بھی بےعزتی کرنے کی کوشش کی گئی لیکن شہر کے کسی آڑھتی نے اپنے پستول سے ہوائی فائر کرکے مخالفین کی یہ کوشش ناکام بنادی۔

سکول ریلوے لائن کے ساتھ تھا۔ ہم نے زخمیوں کو ہسپتال میں داخل کرایا۔ ان زخمیوں میں ہمارا ایک مخالف بھی تھا۔ رات کو یہ خبر پورے فیصل آباد میں مشہور ہوگئی۔ ہم سب کے والدین ہسپتال پہنچ گئے۔ میرے والد صاحب بھی میاں عزیز احمد کے ہمراہ اُن کی گاڑی میں میری خبر لینے آئے تو اس وقت میں بستر پر دراز چوٹ کی شدت کے مزے لوٹ رہا تھا کہ والد صاحب نے آتے ہی مجھے سب سے پہلے تو یہ کہا: ''تو نے بھی کسی کو مارا ہے کہ صرف مار کھائی ہے؟'' میں نے جواب دیا کہ یہ میرے ساتھ جو بستر پر زخمی ہے یہ میرے ہی ہاتھوں ہوا ہے۔ یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ جوان ہو کچھ نہیں ہوا۔ جلد ٹھیک ہوجاؤ گے۔ تین دن کے بعد ہسپتال سے فارغ ہوکر گھر لوٹے لیکن خالی ہاتھ نہیں بلکہ ہاکی میں ڈسٹرکٹ چیمپین ہمارے سکول کی ٹیم ہی قرار پائی۔ (جاری ہے)

حُسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

مبصر: جاوید اختر بھٹی

''لسانی مطالعے'' ذولسانی تحقیقی پیش کش:

رواں سال (2012ء) میں پروفیسر غازی علم الدین کی کتاب ''لسانی مطالعے'' شائع ہوئی۔ پروفیسر صاحب کا مختصر تعارف یوں ہے کہ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے عربی وعلوم اسلامیہ کی ڈگری حاصل کی ہے، اور علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے ایم فل کیا۔ آج کل گورنمنٹ کالج میر پور آزاد کشمیر میں تدریس کے شعبہ سے وابستہ ہیں۔ علمی وادبی مجلّے ''سروش'' کے مدیرِ اعلیٰ اور مجلّہ ''فکرِ مستقبل'' کے نائب مدیر ہیں۔ ان کی کتاب ''میثاق عمرانی'' کے عنوان سے شائع ہو چکی ہے

لسانی تحقیق ایک اہم موضوع ہے۔ اس کے لیے محقق کو کئی زبانوں کا عالم ہونا ضروری ہے۔ گزشتہ دور میں اِس موضوع پر بہت اعلیٰ کام ہوا۔ اور لسانیات کے حوالے سے کام کرنے والے جو لوگ فوراً ذہن میں آتے ہیں۔ ان میں سے چند اسمائے گرامی یہ ہیں۔ محمد حسین آزاد، حافظ محمود شیرانی، قاضی عبدالودود، کیفی دہلوی، رشید حسن خان، ڈاکٹر محی الدین قادری زور، جابر علی سید، ڈاکٹر شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر گیان چند جین، ڈاکٹر گوپی چند نارنگ، پروفیسر خلیل صدیقی، وارث سرہندی اور شان الحق حقی۔ اردو زبان کی تحقیق میں ان محققین نے بہت وقیع کام کیا۔ اور انہوں نے اردو کی گراں قدر خدمت بے لوث انداز میں کی۔ آج بھی ہم ان کی رہنمائی میں آگے بڑھتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب (لسانی مطالعے) پروفیسر غازی علم الدین کے آٹھ مضامین کا مجموعہ ہے۔ جو ماہنامہ ''اخبارِ اردو'' (اسلام آباد) ماہنامہ ''قومی زبان'' (کراچی) اور سہ ماہی ''المعارف'' (لاہور) میں شائع ہوتے رہے۔

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

> ''یہ ذولسانی تحقیقی پیش کش جہاں اردو زبان کے تخلیقی سفر اور معنوی و اصطلاحی پس منظر سے روشناس کرائے گی۔ وہاں اصلاحِ زبان وادب کے شعور کا بھی باعث بنے گی۔''

اس کتاب کا پہلا مضمون ''زبان کے اخلاقی انحطاط کا نفسیاتی پس منظر'' (ایک تحقیقی جائزہ)

شریعت کے خلاف کلمہ۔ بکواس اور بے حیائی کو ''شطح'' کہتے ہیں۔ اور ''شطحات یا شطحیات'' واصلانِ حق یا بزرگوں کا بے اختیاری میں کوئی ایسا کلمہ کہنا جو خلافِ شریعت ہو۔ یہ وضاحت اس لیے ضروری ہے کہ پہلے مضمون کا یہی موضوع ہے۔

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

> ''شطحیات کو تصوف سے اور تصوف کو ادب سے بھلا کیسے جدا کیا جا سکتا ہے؟ تصوف کے بارے میں ہر دور میں مختلف آراء رہی ہیں۔ اس تحریر میں اس کے جواز یا عدم جواز کو ثابت کرنا مقصود نہیں بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ

شطحیات نے زبان وادب پر کیا اثرات مرتب کیے ہیں؟ لوگوں کے دینی اور فکری رجحانات پر کس قدر اثر ڈالا؟ زبان وادب میں دخیل شطحیات پر مبنی کلمات، الفاظ وتراکیب اور اشعار ومحاورات لوگوں کے قلب و ذہن اور عقائد میں کس طرح سرایت کر گئے؟ قطع نظر اس کے کہ شطحیاتی مقولات تحقیق کی رو سے پایۂ ثبوت تک پہنچتے ہیں یا نہیں۔ عربی، فارسی اور اردو میں کس طرح ان کا اثر ونفوذ اور رواج ہوگیا۔''

پروفیسر صاحب کا خیال ہے کہ ''صوفیہ کی شطحیات کی تشریح، تنقید یا تصویب کے لیے طویل مستقل مقالات لکھے گئے لیکن یہاں چند ایک مثالوں کے ذکر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔'' اور وہ چند ایک جن پر اکتفا کیا گیا ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ منصور حلاّج، جنید بغدادی، بایزید بُسطامی، مولانا جلال الدین رومی، میاں محمد بخش، شیخ عبدالقادر جیلانی، حافظ شیرازی اور اپنے مرزا نوشہ اسداللہ خان غالب۔

اس کے بعد محاورات کے باری آئی۔ اس میں اس طرح کے محاورات پر گرفت کی گئی۔ ''احمد کی پگڑی محمود کے سر۔'' ''احمد کی داڑھی بڑی یا محمود کی۔'' ''داڑھی کی آڑ میں شکار کرنا۔''

میرا خیال ہے کہ محاورے کا استعمال ہمارے لکھنے اور بولنے میں ختم ہوگیا ہے اور میں نے تو برسوں سے لوگوں کو بولتے نہیں سنا۔ یوں سمجھیے کہ محاورے لغت کے مہمان ہیں۔ بول چال کی چیز نہیں رہے۔ سنا ہے کہ ابتدا میں پنجاب میں محاورے کا ''قتلِ عام'' ہوا اور پھر چند ایک محاورے باقی رہ گئے جنھیں آسانی سے سمجھا جاسکتا تھا اور اب وہ بھی نہیں رہے۔

دوسرا مضمون ''الفاظ کا تخلیقی اور معنوی واصطلاحی پس منظر''

چند الفاظ کا پس منظر پیش کرتا ہوں۔

''اُمّ الخبائث'' (کل برائیوں اور خباثتوں کی ماں) خبائث جمع ہے خبث یا خباثت کی۔ اصطلاحاً شراب کو کہا جاتا ہے۔ چونکہ شراب برائیوں کی جڑ ہوتی ہے اور معصیت کا باعث بنتی ہے۔ لہٰذا اُمّ الخبائث کہلاتی ہے۔

''حلقہ بگوش'' یعنی غلام، فرماں بردار اور مطیع۔ ایران میں دستور تھا کہ غلاموں کے کانوں میں سوراخ کر کے لوہے، چاندی یا سونے کا حلقہ ڈال دیا کرتے تھے۔ یہ علامت ہوتی تھی۔

''دہریہ'' یہ لفظ دہر (زمانہ) سے بنا ہے۔ یعنی زمانہ کو ہی خدا تصور کرنے والا۔ اللہ کو نہ ماننے والا۔ نیچری۔ وہ شخص جو زمانے کو قدیم مانے اور حادث نہ جانے۔ اس جہاں کی بنا علل ومعلول پر ہی قائم کرنے والا۔ کسی خارجی عاملِ ہستی کا قائل نہ ہونے والا۔

تیسرا مضمون ''الفاظ معانی بدلتے ہیں'' یہ مضمون دراصل اردو میں مستعمل عربی الفاظ کی ایک مختصر لغت ہے۔

چوتھا مضمون ''لسانی تحقیق کے کچھ نئے زاویے''

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

''مقالہ زیرِ نظر تحقیق لسانی اور سرگزشت الفاظ کے موضوع پر گزشتہ مباحث کا تسلسل ہے۔ سرگزشتِ الفاظ

اورلسانیات کے باہمی گہرے تعلق کے ادراک کے لیے بحث کو مفید اور دلچسپ بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔''

حُبِّ علی اور بغضِ معاویہ:

اس ترکیب ومحاورے کا پس منظر اتنا واضح ہے کہ تفصیل میں جانے کی چنداں ضرورنہیں۔ باہمی منافرت کو ہوا دینے اور ملی یک جہتی کو پارہ پارہ کرنے میں ایسے ہی محاورات اور الفاظ وتراکیب بہدف ثابت ہوتے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ محاورے کو ادا کرتے ہوئے ان جلیل القدر ہستیوں کا احترام بھی ملحوظ خاطر نہیں رکھا جاتا۔ اس قسم کے محاورات سے تاریخِ اسلام کے تنازعات کو ہوا ملتی ہے۔

عمروعیار:

یہ کردار اردو ادب میں بچوں کے لیے لکھی گئی الف لیلوی کہانیوں میں اکثر ملتا ہے۔ اس کردار کو نہایت چالاک اور شاطر کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ اس کردار کو در پردہ فاتحِ مصر حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ جنھوں نے جنگِ صفّین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت امیر معاویہ کا ساتھ دیا۔ انہی کی حکمتِ عملی سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سیاسی میدان میں کامیاب رہے۔ عَمر وکو عُمرُ و میں تبدیل کرکے نام کو بگاڑا گیا ہے اور حقارت ظاہر کی گئی ہے۔

پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

''میرا نقطۂ نظر بالکل واضح ہے کہ جن الفاظ کے اندر دوسرے عقائد ونظریات کا خبثِ باطن چھپا ہوا ہو۔ ہمیں غور کرکے ان کے استعمال سے حتیٰ الامکان گریز کرنا چاہیے۔

پانچواں مضمون ''اردو کا عربی سے لسانی تعلق اور اصلاحِ زبان وادب''

چھٹا مضمون ''اردو میں مستعمل عربی الفاظ کی تشکیلی اور معنوی وسعت''

ساتواں مضمون ''املاء میں الفاظ کی جداگانہ حیثیت سے انحراف''

آٹھواں اور آخری مضمون ''قومی زبان اور ہمارے نشریاتی ادارے''

میں لکھنا چاہتا ہوں کہ پروفیسر صاحب کے لسانی مطالعے میں اسلامی فکر کارفرما ہے۔ پھر خیال آیا کہ ''کارفرما'' کے معنی لغت میں دیکھے جائیں۔ لغت میں دیکھا تو معنی یوں نظر آئے۔ ''کام لینے اور کام بنانے والا۔ حکم کرنے اور چلانے والا۔ کمانڈر۔ بادشاہ۔ استاذ'' یہاں میں نے ''استاذ'' کی رعایت حاصل کی ہے۔

اس کتاب کو پڑھ کر مجھے یہ بات سمجھ آئی کہ ایک مسلمان اردو کو کس طرح لکھے اور پڑھے۔ پروفیسر غازی علم الدین نے لسانیات کے موضوع پر لکھ کر ثواب حاصل کرلیا۔ ان کے ''لسانی مطالعے'' کی قبولیت اور مقبولیت کے لیے دعا گو ہوں۔

یہ کتاب مقتدرہ قومی زبان، ایوانِ اردو، پطرس بخاری روڈ ایچ ۸/۴، اسلام آباد نے شائع کی اور قیمت =/۲۵۰ روپے ہے۔

بنتِ مولانا محمد گُل شیر شہید کی رحلت

حافظ نصیر الدین

دنیا سے ہر ایک کو جانا ہے مگر بعض حضرات کا دنیا سے جانا ہزاروں لوگوں کو مغموم بنا دیتا ہے کیوں نہ ہو خود قرآن وحدیث سے بھی اس طرح کی سینکڑوں باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ کچھ اللہ کے برگزیدہ لوگوں کے دنیا سے جانے پر آسمان بھی روتا ہے اور زمین بھی روتی ہے۔ ہمارے خیال کے مطابق کچھ اسی طرح کی ہستی شہیدِ آزادی، شہیدِ احرار وشہیدِ ختمِ نبوت حضرت مولانا محمد گل شیر شہیدؒ کی صاحبزادی، حضرت مولانا عطاء اللہ مرحوم کی اہلیہ اور حضرت مفتی ہارون مطیع اللہ صاحب کی والدہ کی بھی تھی۔ جنہوں نے زندگی بھر صبر وشکر اور دین پر قائم رہنے کے ساتھ اپنے آپ کو ثابت قدم رکھا۔ ۱۹۳۵ء میں آپ کی ولادت ہوئی اور ۱۹۴۴ میں حضرت مولانا محمد گل شیر شہید کی الم ناک شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ اس طرح ۹ سال کی عمر میں یتیم ہونے کے بعد سے لے کر زندگی کے آخری لمحات تک مشنِ گل شیر شہیدؒ یعنی زندگی کے ہر معاملے میں اسلام کو مقدم رکھا۔ نہایت ہی غیرت مند، خوددار اور کسی کے سامنے ہرگز ہرگز اپنی مشکل کو ذکر نہ فرمانے والی عابدہ، زاہدہ اور مکمل شرعی پردہ فرمانے والی خاتون تھیں۔

راقم الحروف بچپن میں مرحومہ کے گاؤں ملہووالی ضلع اٹک میں زیرِ تعلیم رہا چونکہ اُن کے بیٹے دیگر شہروں کے دینی مدارس میں زیرِ تعلیم تھے اور انہوں نے اپنے فرزندوں مولانا زکریا کلیم اللہ، مفتی ہارون مطیع اللہ، مولانا مکی امداداللہ اور قاری ہالیجی حماداللہ کو صغرسنی میں ہی مدرسوں میں داخل کرادیا تھا۔ لہٰذا ملہووالی میں واقع دینی مدرسوں میں زیرِ تعلیم طلبہ کے ساتھ بے انتہا محبت فرماتیں۔ ہم طلبہ کے لیے گھر میں کھانا، لسّی، بیر اور گڑ وغیرہ تیار رکھتیں، کپڑے دھونے کے لیے بالٹیاں، صابن وغیرہ ہمہ وقت طلبۂ علوم دینیہ کے لیے موجود رہتا۔ گاؤں میں موجود دو عدد مدرسوں کے تمام طلبہ میں یہ بات مشہور رہتی کہ کچھ بھی کھانا ہو جس وقت جو ضرورت کی چیز مطلوب ہو تو ایک گھر موجود ہے کہ جہاں سے مل جائے گی۔ ملہووالی گاؤں میں اس وقت کے زیرِ تعلیم آج پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ تمام علماء اس بات کے گواہ ہیں کہ حضرت گل شیر شہیدؒ کی صاحبزادی حاتم طائی کی طرح سخی ہستی ہیں۔ راقم الحروف کے والد مولانا عبدالرحمٰن (چونترہ) بھی اس گاؤں میں زیرِ تعلیم رہے۔ وہ فرماتے کہ مرحومہ اور ان کے شوہر مولانا محمد عطاء اللہ مرحوم انتہائی عُسرت وتنگی کے باوجود صبر وشکر کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے۔ علماء، طلبہ کے لیے ان کا دسترخوان ہر وقت بچھا رہتا، آپ فرمایا کرتی تھیں کہ کاش میں مولانا

گل شیر شہیدؒ کا بیٹا ہوتی تو ان کی طرح دینِ حق کو پوری دنیا میں پھیلاتی، اوّلاً اللہ نے انہیں بیٹیاں عطا فرمائی تھیں مگر جب اللہ نے انہیں بیٹے عطا فرمائے تو مکمل طور پر انہیں دین کے لیے وقف کر دیا۔ آپ کے فرزندان جب عملی طور پر دین کی خدمت میں لگ گئے تو اللہ کے فضل سے ہمیشہ مسرور رہتیں۔ گزشتہ برس کراچی حضرت مفتی ہارون مطیع اللہ کے پاس جا کر دو مہینے تک قیام کیا اور ہر روز حضرت مفتی صاحب کا درس سماعت فرماتیں اور فرماتیں کہ الحمدللہ اب میری زندگی کا مقصد مکمل ہو چکا ہے۔ زندگی کے آخری بارہ تیرہ دن چھوڑ کر (جو کہ بیماری کے ایام تھے) پوری زندگی مہمان نوازی میں بسر فرمادی۔ راتوں کو اٹھ کر علما، طلبہ، مجاہدین اور اپنے پورے خاندان کے لیے خوب دعا فرماتیں گزشتہ چودہ پندرہ برسوں میں تو دور، دور سے علما، طلبہ اور عوام مرد حضرات پردے میں اور مستورات خدمت میں حاضر ہو کر دعائیں کرواتیں۔ مرحومہ کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ نہایت ہی مستجاب الدعوات ہیں غرض کہ پوری زندگی حمیّت دینی میں بسر کر دی اور تقریباً ۸۰ کے قریب پوتے، پوتیوں، نواسے، نواسیوں، دامادوں، بیٹیوں اور بیٹوں کو مکمل طور پر دین کا داعی بنایا اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ ۱۹/ جون ۲۰۱۲ء کو علیل ہو کر چند دن پمز (کمپلیکس) اسلام آباد میں زیرِ علاج رہیں اور ۲۹/ جون ۲۰۱۲ء کو جمعۃ المبارک کو انتقال و نمازِ جنازہ و تدفین ہوئی۔ یہ گاؤں کی تاریخی نمازِ جنازہ تھی۔ شدید گرمی کے باوجود اتنی بڑی نمازِ جنازہ شاید مولانا گل شیر شہیدؒ کی شہادت کے بعد گاؤں کے لوگوں نے نہیں دیکھی اور پھر انہیں حضرت مولانا محمد گل شیر شہیدؒ کے قبرستان میں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔ آپ نے پسماندگان میں پانچ بیٹیاں، چار بیٹے اور ہزاروں علما، طلبہ و محبین سوگوار چھوڑے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی وفات کے ایک ہفتہ بعد جمعۃ المبارک مؤرخہ ۶/ جولائی ۲۰۱۲ء کو آپ کے فرزند حضرت مفتی ہارون مطیع اللہ نواسہ مولانا محمد گل شیر شہیدؒ کو حضرت شیر شہید کے جانشین کے طور پر اہلِ حق کی تمام جماعتوں اور علاقہ کی تمام برادریوں نے منتخب کیا۔

☆☆☆

الغازی مشینری سٹور

ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں

بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

میرا آج اور تمہارا کل

راجہ نعمان (سابق قادیانی)

جناب راجہ نعمان ایک سابق قادیانی نوجوان ہیں۔انھیں قادیانی سربراہ مرزا مسرور احمد کی قربت حاصل رہی ہے۔ وہ قادیانی نظام کے نہ صرف عینی شاہد بلکہ اس ظالمانہ نظام کے ستم رسیدہ بھی ہیں۔انہوں نے اپنی تحریر میں قادیانی عوام پر قادیانی رائل فیملی کے مسلط کردہ ظالمانہ ہتھکنڈوں کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ ایک مکالماتی کہانی کے انداز میں پیش کیا ہے۔جس سے قادیانی وڈیروں کے قادیانی عوام پر ظلم ودرندگی کے واقعات کی مکمل داستان کا ایک ایک کردار بخوبی واضح ہوتا چلا جاتا ہے ۔درحقیقت یہ اہل اقتدار کے لیے دعوت فکر ہے کہ وہ مظلوم قادیانی عوام کے لیے عملی حکومتی اقدامات بروئے کار لائیں اور ان برطانوی خودکاشتہ خاندان کے درندوں سے اُن کی جان چھڑائیں۔ہمیں یقین ہے کہ اگر قادیانی عوام کو جانی اور معاشی تحفظ مل جائے تو اُس کی اکثریت بلا تاخیر اسلام قبول کرلے گی۔ (ڈاکٹر محمد عمر فاروق)

ان چنیدہ افراد کے نام جو نظامتی راج میں ہر بار یہ کہہ کر ساتھیوں سے جدا ہوتے ہیں کہ اگر میں واپس نہ آیا تو سمجھ جانا کہ میں نے اپنا آج تمھارے روشن کل کی امید پر قربان کردیا ہے مگر ایک روایت چھوڑ جاتے ہیں جو بار بار زندہ ہوتی رہتی ہے، جی ہاں ظالم حاکم کے سامنے انصاف کا کلمہ کہنے کی روایت !اور وہ خود اصل دارالامان کو سدھار جاتے ہیں۔ (راجہ نعمان)

رات کی تاریکی اپنے عروج پر تھی۔ظلمت کی بستی کا ہر فرد سویا پڑا تھا۔ایک بڑے درخت میں چند گدھ جمع تھے۔ گوشت پر گوشت کھاتے جارہے تھے۔ان گدھوں کے چہروں پر سے پریشانی، غم وغصہ، اور وحشت صاف عیاں ہو رہی تھی۔اس ڈر سے کہ کہیں کوئی دوسرا گدھ اُن کے گوشت پر جھپٹ نہ پڑے۔وہ آپس میں بات تک نہ کر رہے تھے۔ساتھ ہی وہ کسی کے منتظر لگ رہے تھے۔

اس بستی کے ایک ہال میں بھی کچھ لوگ جمع تھے۔کھڑکیوں پر دو دو پردے گرا کر باہر کے اندھیرے کو اندر کی روشنی سے دُور رکھا گیا تھا۔سب کو کسی بڑی ہستی کا انتظار تھا جو کہ طویل ہوتا جارہا تھا۔بے بسی میں انتظار کے چند پَل بھی صدیوں جتنے معلوم ہوتے ہیں۔گو کہ موقع محل کی مناسبت سے نظم کیسٹ پر چل رہی تھی، مگر ان کی سوچیں تو کہیں دور غوطہ زن تھیں۔قدموں کی آہٹ سے دھیان دوبارہ ہال میں آن پہنچا تو نظم کا یہ مصرع سنائی دیا:

خوشا نصیب کہ تم دارالاماں میں رہتے ہو

تیز قدموں کی چاپ بلند ہوئی اور دروازہ کھلا۔بڑے صاحب آ گئے تھے۔سب لوگ کھڑے ہو گئے۔بڑے صاحب کوئی بات کہے بنا ہی، اپنی کرسی پر جا کر بیٹھ گئے جو کہ خادم نے پہلے ہی میز سے پیچھے کھینچ رکھی تھی۔اُدھر گدھوں کا سردار بھی آ پہنچا تھا اور ساتھی گدھ بھی قریبی ٹہنیوں پر آ بیٹھے۔تا کہ اس اِکٹھ کی کارروائی شروع کی جا سکے۔

موٹے سے ایک صاحب بولے: جناب معاملہ اب برداشت سے باہر ہو چکا ہے۔ آپ کے تو علم میں ہے ہی کہ پرسوں جب کھانا گاہ میں ہمارے ایک بھائی پر پرچہ کٹانے میں اِس شخص نے گواہیاں دلوائی تھیں۔

چوڑے سے بدن کے مالک ایک صاحب بولے: دیکھیں جی بچے کس کو پیارے نہیں لگتے۔ اگر ہمارے کسی بھائی نے کسی بچے سے تھوڑا پیار محبت کا سلوک کر ہی لیا تھا تو کون سا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا، مگر اِس شخص اور اِس کے گروپ نے تو بہیمیت کی انتہا کر دی اور انسانی حقوق کی کھلی خلاف ورزی کرتے ہوئے دنیا کی نظر میں انتہائی معیوب کن پرچہ کٹوا دیا۔ ایک تو ہم ویسے ہی مظلوم ہیں اور اوپر سے یہ ظلم! ملکی قانون تو پہلے ہی ہماری تاک میں رہتا ہے۔

تیسرے صاحب بولے: جی وہ تو حفاظت والوں نے فوراً اطلاع دی اور میں موقع پر پہنچ گیا، بچے اور اُس کے ورثا کو منا لیا۔ ورنہ یہ شخص اور اسکا گروپ تو ہمارے بھائی کو تھانے میں بند کروانے کے چکر میں تھا۔ اب کیا ہمارے عقائد کی تعلیم دینے والوں کا اتنا بھی مرتبہ نہیں ہے کہ اُنھیں تھانے سے اور ملکی قانون سے بچایا جائے۔ چوتھے صاحب بولے دیکھا: حفاظت والوں کا فائدہ، میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ حفاظت والے رکھنے چاہئیں مگر آپ اُس وقت سنتے ہی نہ تھے۔ تیسرے صاحب نے پھر کہا: ویسے بھی تو کون سا ہم ملکی قانون کو مانتے ہیں، اس لیے اگر کوئی ملکی قانون ٹوٹ بھی گیا تو یقیناً وہ قانون ہی غلط ہوگا۔

پہلے صاحب نے اپنا بیان پھر شروع کیا کہ جناب اِس گروپ نے پہلے بھی بہت سے ملکی اداروں کو خطوط لکھے تھے اور اُنھیں ہمارا حساب کتاب دیکھنے کی دعوت دی تھی، وہ تو آپ کے بھائی کا ہاتھ پڑتا تھا، اس لیے کہہ کہلا کر بچت ہوگئی، ورنہ اگر واقعی آڈٹ ہو جاتا تو ہم بری طرح پھنس گئے ہوتے۔

پانچویں صاحب جنھوں نے ابھی نئی نئی ترقی حاصل کی تھی، بولے: آپ نے ایسی کونسی حرکت کی ہے جو پھنس جاتے۔ اس پر پہلے صاحب گڑبڑا گئے، فوراً دوسرے صاحب نے کہا: دیکھیں جی آپ کو تو پتا ہے کہ کبھی کبھار کلرک بابو غلطیاں کر جاتے ہیں اور اگر کوئی بات کا بتنگڑ بنانا چاہے تو اُسے دیر ہی کتنی لگتی ہے۔ اب پہلے صاحب نے میدان سنبھالا اور کہا: اگر کلرک غلطیاں نہ کریں تو کیا ساری عمر کلرک ہی رہیں؟

پانچویں صاحب بولے درست کہتے ہیں آپ۔ اب چھٹے صاحب کی باری آئی اور انھوں نے اپنے مخصوص انداز میں بتایا کہ جناب میرے پاس کنفرم رپورٹس پہنچی ہیں کہ یہ شخص پہلے اکیلا تھا، پھر اسکے ساتھی بننے لگے اور اب یہ گروپ مزید پھیل رہا ہے۔ وہ تو میں نے بڑی جدوجہد کے بعد اپنے لوگوں کے غصہ کو ٹھنڈا کیا ہوا ہے، ورنہ اب تک کوئی واقعہ رونما ہو چکا ہوتا۔ اب آپ کو تو پتا ہی ہے کہ جب بھی کوئی ایسا واقعہ ہوتا ہے، سب سے پہلے بڑے صاحب کا نام آتا ہے۔ ساتویں صاحب بولے بڑے صاحب کسی سے ڈرتے ہیں کیا جو آپ اس گروپ کو ڈھیل دے رہے ہیں۔ اب سب کی بہتری میں نشتر تو چلانا پڑتا ہے۔

بڑی دیر سے خاموش بڑے صاحب نے پوچھا یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟ دوسرے صاحب نے جواب دیا جناب

یہ Accountability مانگتے ہیں اپنے دیے گئے پیسے، وقت اور ہمیں دی گئی سہولیات اور اختیارات کی۔ تیسرے صاحب نے کہا اب آپ خود ہی بتائیں کہ کیا ہماری کتابوں میں نہیں لکھا کہ اگر کوئی چندے کے پیسے کے بارے میں سوال کرے تو وہ منافق ہوگا اور اُس کا ایمان بھی کمزور ہوگا۔ اس شرعی لحاظ سے انکا ایمان بھی کمزور ہے اور یہ منافق بھی ہیں۔ چوتھے صاحب نے کہا جناب بات یہاں ہی ختم ہوجاتی ہے اب اگلی باتیں ان منافقوں کی کیا سنیں!

پانچویں صاحب بولے ان کا منہ سینے کی ہر ممکن کوشش کی گئی۔ نہ مقاطعوں سے ڈرے اور نہ ہی ہمارے بندوق بردار جوانوں سے۔ پھر انکو کہا گیا خط لکھ دو اور اُس میں سب بیان کر کے اپنے ضمیر کے فرض سے آزاد ہوجاؤ۔ چھٹے صاحب نے کہا جناب پتا ہے انھوں نے کیا کہا، انھوں نے کہا کہ خط لکھنے سے مسئلے حل ہو سکتے تو آج یہ مسئلے ہوتے ہی نہ، تم لوگ کاغذی کارروائی کر کے ہمیں صرف بہلاتے ہو۔ اب تو یہ لوگ چندہ بھی نہیں دے رہے۔ چندے کا سن کر بڑے صاحب کے چہرے کے تاثرات بدل گئے، اور انھوں نے کہا پھر انھیں جماعت سے باہر کر دو اور ان کی جائداد پر قبضہ کرلو۔

آٹھویں صاحب جو کافی دیر سے چپ بیٹھے تھے بولے: جناب ہم نے بھی ہمیشہ کی طرح یہی کرنے کا منصوبہ بنایا تھا مگر یہ کمبخت کہتے ہیں کہ اگر ایسا کیا گیا تو ملکی عدالت میں جا کر آپ سے اپنی زمین کی ادا شدہ قیمت مانگیں گے اور فیصلہ ہونے تک Stay Order لے آئیں گے۔ اب آپ بتائیں: اگر واقعی یہ ایسا کرگزرتے تو ہماری عزت، رعب و دبدبہ تو مٹی میں مل جاتا، ناں جی۔ بڑی تگ و دو سے ان سے وعدے وعید کر کے انھیں قسمیں دے کر راضی کیا کہ آپ نے غلط سنا ہے، ایسا تو کچھ بھی نہیں ہے اور آپ تو ہمارے بھائی بہن ہیں۔ بزرگ ہیں، میرے ہوتے ہوئے کوئی ایسا نہیں کرسکتا۔ ایک دفعہ تو پسینے چھوٹ گئے تھے میرے جناب۔ اب تو اپنے بندوق برداروں کو بھی انکے گھروں کے سامنے کھڑا ہونے سے منع کر دیا ہوا ہے، ہم نے۔ دوسرے صاحب نے لقمہ لگایا۔ بڑے صاحب نے پوچھا وہ لوگ ایسا کیوں کرتے ہیں، اسکی وجہ کیا ہے، گھر گھر میں ٹی وی ہونے کے باوجود، اتنی کتابوں رسالوں کے باوجود اُنکا ایمان اتنا کمزور کیسے ہوگیا؟

اب نویں صاحب نے جواب دیا جناب ہم ہمیشہ سے اس بستی میں اپنی مرضی کرتے چلے آئے ہیں، کسی نے کبھی آنکھ آٹھانے کی جرات نہیں کی، مگر جب سے انٹرنیٹ آیا ہے، تب سے مخالفین کی باتیں سن کر یہ لوگ بہک جاتے ہیں اور اپنے انسانی حقوق کی بازیابی کی باتیں کرنے لگتے ہیں اور پھر جن لوگوں کے رشتہ دار بیرون ممالک میں رہتے ہیں وہ بھی وہاں کے ملکی اداروں کا اپنے شہریوں کے ساتھ بہترین حسنِ سلوک دیکھ کر یہ مطالبات اِن تک پہنچاتے ہیں۔ پھر موبائل موجود ہے اور ملکی اخبارات اور ٹی وی بھی انصاف اور انسانیت کی کافی آگاہی دیتے رہتے ہیں۔ کس کس چیز کو بند کریں، ابھی فیس بک کو بین کیا ہے تو شور مچ گیا ہے، کدھر کدھر سے منہ کی کھائیں۔ اب تو مذہبی نفرت اور خط کے نام پر بھی یہ افراد نہیں بہلتے۔ فیس بک سے یاد آیا کل تصویریں بڑی زبردست آپ نے Up Load کی تھیں۔ پہلے صاحب نے دوسرے صاحب کے کان میں سرگوشی کی۔

بڑے صاحب بولے اچھا تو پھر کچھ دن کے لیے اپنے اختیارات کا استعمال کم کر دو اور چندوں کا کوئی عمومی سا

حساب ان کے سامنے رکھ دو۔

پہلے صاحب بولے: جناب بڑے سیانے ہیں یہ لوگ، سیدھا اختیارات کی اساس، حدود و قیود اور اُسکا ریفرنس مانگتے ہیں اور وہ بھی لکھائی کی صورت میں، اور ان میں سے کچھ تو ہماری کتابوں کو گھاس بھی نہیں ڈالتے۔ چندوں کا تفصیلی حساب کتاب مانگتے ہیں۔ پہلے تو ہم یہی کہ دیتے تھے کہ فلاں عمارت بنی، فلاں جگہ یہ کام کیا۔ وہ کام کیا، مگر اب تو یہ بات ہی بجٹ شیٹ سے شروع کرتے ہیں۔ ان چندوں سے دیے گئے قرضوں اور بڑے قرض داروں کے متعلق بات کرتے ہیں۔ مستقل حل مانگتے ہیں یہ ظالم کے بچے!

بڑے صاحب بولے یہ تو انتہائی تشویشناک اور خطرناک بات ہے، اس طرح تو ایک صدی کے کیے کرائے پر پانی پھر جائے گا۔ اب اسکا کیا حل ہوسکتا ہے؟

جناب جب نظام ہمیں اتنا کچھ دیتا ہے تو پھر ہم بھی نظام کے لیے بہت کچھ کرتے رہتے ہیں۔ ہم نے اس معاملہ میں بہت بڑی کامیابی حاصل کی ہے اور وہ یہ کہ اس گروپ کو کہا ہے کہ وہ اپنا کوئی ایک لیڈر مقرر کرلے، تاکہ اُس سے بیٹھ کر آرام و اطمینان سے بات چیت کی جاسکے اور مسائل کا حل نکالا جاسکے۔ جب لیڈر مقرر ہوگیا تو اُس کو کہا کہ فلاں فلاں صاحب سے آپ کی ان معاملات پر گفتگو ہورہی ہے۔ اگر آپ سننا چاہیں تو ہمارے پاس ٹیپ موجود ہے۔ جناب اب بس اُن کے درمیان پھوٹ ڈلوانے کے لیے آخری وار کرنا ہے، اور اِن عقل بند لوگوں نے کوئی بھی دوسرا، تیسرا، چوتھا لیڈر مقرر ہی نہیں کیا ہے۔ یہ بے چارے سیدھے سادھے سے لوگ ہیں، سیاست کس کو کہتے ہیں، یہ کیا جانیں اور چلے ہیں، نظام سے ٹکرانے!

بڑے صاحب بولے واہ، جناب! آپ تو نظام کے تحفظ کے لیے اپنا خون پسینہ ایک کیے ہوئے ہیں، بتایئے اب آگے کیا کرنا ہے۔

نوویں صاحب نے کہنا شروع کیا کہ تنظیم کو بھی اسی سلسلہ میں خاص طور پر یہ ٹاسک دیا گیا ہے، جونہی اُن میں آپس میں شکوک و شبہات پیدا ہونے لگیں گے، ہم اُنکے لیڈر کو راستے سے ہٹا دیں گے۔ بڑے صاحب بولے: بہت عمدہ، آپ ہی وہ لوگ ہیں جو علم و ہنر میں کمال حاصل رکھتے ہیں۔

آٹھویں صاحب نے کہا چونکہ یہ معاملہ ملکی قوانین کی زد میں آجائے گا اس لیے ہم نے پہلے ہی ہوم ورک کر رکھا ہے اور فہرستیں تیار کرلی ہیں کہ کہاں کہاں، کس کس سے، کیسے بات کر کے اس معاملہ کو رفع دفع کرنا ہے اور افراد کے سامنے دیے جانے والے بیانات کا مسودہ بھی تیار کیا جا چکا ہے۔ اپنے لیڈر کی موت دیکھ کر یہ سب خود ہی بکھر جائیں گے اور دوبارہ کچھ عرصے تک سکوت طاری ہوجائے گا۔

بڑے صاحب بولے میڈیا کا دور ہے احتیاط سے کام مکمل ہونا چاہیے۔ ہمیں مقتول کی بجائے قاتل نہیں نظر آنا چاہیے۔ نظام قطعاً یہ برداشت نہیں کرے گا۔

پانچویں صاحب نے جواب دیا: جناب! میڈیا تک بات پہنچے گی ہی نہیں۔ البتہ انٹرنیٹ کی ضمانت دینا ممکن نہیں ہے۔ اب تا نٹرنیٹ کمپنیوں میں اپنے بندے بٹھائیں، مگر پھر انٹرنیٹ موبائل میں بھی تو موجود ہے، کہاں کہاں پر روک پائیں گے۔ البتہ اس معاملہ میں مزید احتیاط کے طور پر ہم اپنی بستی کے لوگوں کا استعمال بھی نہیں کریں گے۔ کوشش کریں گے کہ اُس کے ہی کسی دشمن کو اُس کے خلاف مزید بھڑکا دیں اور پھر اُس تک پہنچنے کے لیے محفوظ راستہ دے دیں۔

دوسرے صاحب نے کہا: اگر اُس کا کوئی دشمن نہیں بھی ہے تو بنا دیں گے جناب۔ نہ نظام کا نام آئے گا اور نہ ہی ہم میں سے کسی کا، کیونکہ افراد کے سامنے ہم تو اُس شخص اور اُسکے گروپ سے ہمدردی کا اظہار کرنے والے سمجھے جاتے ہیں۔ نظام نے بھی ابھی افراد کے سامنے اُن پر سخت ہاتھ نہیں ڈالا، صرف اُس سے رابطہ کرنے والوں کو منع کیا گیا ہے کہ اُس کے بہکاوے میں نہ آؤ۔ پہلے صاحب بولے: دنیا کے سامنے Love for All Hatered for None (سب سے محبت، نفرت کسی سے نہیں) پر عمل کر کے بھی تو دکھانا ہوتا ہے جناب۔

اُدھر گِدھوں کی ملاقات بھی ختم ہونے کو تھی، وہ اپنا نیا شکار ڈھونڈھ چکے تھے اور سردار کے ساتھ مل کر حملہ کرنے کی تدابیر طے کی جا رہی تھیں۔

اِدھر بڑے صاحب نے کہا: ٹھیک ہے، جو بھی آپ نے سوچا ہے، درست ہے، جلد از جلد کام مکمل کر کے مجھے رپورٹ دیں۔ یہ کہہ کر بڑے صاحب ہال سے باہر نکل گئے اور دوسرے کمرے میں جا کر فون ملایا۔ دوسری طرف سے آواز کان میں پڑتے ہی بڑے احترام سے بولے: جناب میں نے خود سارے معاملے کا جائزہ لیا ہے اور تفصیلی رپورٹ دیکھی ہے، کوئی ایسا معاملہ نہیں ہے جس پر کسی کی گرفت ہو سکے۔ ہمارے دوستوں کو اپنے افعال سرانجام دینے میں مشکل پیش آ رہی ہے، یہ گروپ اُن سے اختیارات کے بارے میں پوچھتا ہے اور چندوں کا حساب مانگتا ہے۔ اب اگر صوابدیدی اختیارات نہ ہوں اور میرٹ پر فیصلے کریں تو پھر نظام کیسے چلے گا۔ اس لیے جو فیصلہ آپ نے کیا تھا، اُسی کو نافذ کرنے کی بات آج میٹنگ میں ہوئی ہے۔ اب آپ بے فکر ہو جائیں، جلد ہی کام مکمل ہو جائے گا۔ ویسے میں نے سنا ہے کہ آپ کے ملک میں بھی کچھ لوگوں نے اس طرح کا شور ڈال رکھا ہے۔ میں اِن سے تمنّا ہوں آپ اُن کی سرکوبی کریں۔

یہ بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب تھی۔ جب ایک اڈھیر عمر آدمی افراد کے واسطے حقوق کی التجائیں کرنے کے بعد سونے جا رہا تھا۔ اچانک اُسے محسوس ہوا کہ گھر میں کوئی ہے۔ پھر اُس نے سوچا کہ شائد بھلیکھا لگا ہے۔ بہرحال حسبِ عادت اُس نے ٹیپ پر نظم لگائی۔

اے حُبِ احمد کے دعوے دارو
ذرا عینکِ جہل تو اُتارو

اچانک ہی اُسکا بھلیکھا اُس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ اُس سے کچھ بات کی گئی مگر اُس کا سر نفی میں ہلا۔ ساتھ ہی کچھ ہاتھ ہلے اور ڈنڈے سوٹے اُس پر برس پڑے۔ پیچھے نظم کی آواز گونج رہی تھی

یہ سیاہیوں کا دخان کیسا
یہ توڑا پھوڑی کا کام کیسا

اتنی ادھیڑ عمری کے باوجود وہ مزاحمت کر رہا تھا۔جس کی وجہ سے اُسے ہر بار زیادہ لاٹھیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔پھر ہر بار وہ نفی میں ہی سر ہلا دیتا تھا۔یعنی وہ لا کہہ رہا تھا، وہی لا کہ جس سے لا الہ الا اللہ اور بصیرت والوں کے لیے محمد رسول اللہ بنتا ہے تا کہ کلمہ نصیب ہو سکے۔نظم کا مصرع پھر گونجا

یہ نفرتوں کا طوفان کیسا
اے حُبِ احمد کے دعویدارو
ذرا عینکِ جہل تو اُتارو

حتیٰ کہ ایک وقت ایسا آیا جب اُسکا سر ہلنے کے قابل ہی نہ رہا۔مگر وہ یہ سر جھکا نہ سکے تھے۔کسی نے سچ ہی کہا ہے:

دورِ باطل میں حق پرستوں کی
بات رہتی ہے سر نہیں رہتے

اگلے روز افراد اُسکے گھر پہنچے تو سب ماجرا دیکھا۔موقع کی تاک میں بیٹھے بندوق بردار فوراً ہی آن موجود ہوئے۔نعش قبضے میں لے لی گئی، اور ایک ایک لاٹھی کی رپورٹ اوپر دی گئی، ساتھ ہی اگلی ہدایات طلب کر لی گئیں۔

نظام کے لیے یہ دباؤ ڈالنے کا بہترین وقت تھا۔اُسکے گروپ کے افراد سے رابطے کیے گئے، کچھ سے کروائے گئے۔پہلے اپنی جانب سے صفائی پیش کی گئی، پھر کسی کو ڈرایا دھمکایا گیا، کسی کو منایا گیا، لالچ دیے گئے، اُس کا عبرت ناک انجام سنایا گیا۔اُس کے غمزدہ گھرانے کو ملکی قانون کو نظام کی مرضی کا بیان نہ دینے کی صورت میں بستی بدر کر دینے کی دھمکی دی گئی، حتیٰ کہ رشتے ناطے چھڑوانے تک کا کہہ دیا گیا، کچھ رشتہ داروں کو اس کام کے لیے پہلے ہی ذہنی طور پر تیار کیا جا چکا تھا اس سے مزید آسانی ہو گئی۔اُن کو سمجھایا گیا کہ مرنے والا تو مر گیا اپنی عمر پوری کر گیا، کیا تم اُس کی پیروی کرو گے، اچھا ہوا تم پر بوجھ نہیں پڑا کہ اپنے پیروں پر چلتا چلتا ہی گذر گیا۔اس طرح سے جو پیسہ بچا ہے، اس میں سے کچھ چندے میں دینا نہ بھولنا، ثواب ملے گا مقتول کی روح کو!

اُدھر گدھوں کی ٹولی بھی اپنے شکار کے گرد منڈلا رہی تھی۔شکار نڈھال تھا مگر ابھی بھی قابو میں نہ آ رہا تھا۔آخر کار شکار تھک ہار کر گر گیا اور گدھوں کو کامیابی مل گئی۔وہ اُس کی جانب لپکے اور ادھ موئے شکار کی بوٹیاں نوچنی شروع کر دیں۔اُدھر گدھ کامیاب ہوئے، اِدھر نظام کی یک چشمی بصارت نے پھر ایک دفعہ جیت دیکھی، مگر یہ تو افراد ہی جانتے ہیں کہ نظام کی حسبِ ریت جیت ہوئی یا ہار۔اس واقعہ کے شعلوں نے حق کی چنگاریوں سے کس کس دل کو سلگا دیا ہے اور کب اُن سے انصاف اور روشنی تخلیق ہو گی اِس غیب کا علم کسی کے انسان کے پاس کہاں!!

(بشکریہ: احمد آرگ ڈاٹ کام)

7 ستمبر: قادیانیت کا یومِ حساب

محمد نعمان سنجرانی

عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ، ہر مسلمان کے ایمان کا جزوِ خاص ہے۔ اسی مرکزی عقیدے میں نقب زنی کے لیے مختلف اعتقادی قزاقوں نے جھوٹی نبوت کا لبادہ اوڑھ کر مختلف ادوار میں لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ان جھوٹے مدعیانِ نبوت کا انجام کسی سے ڈھکا چھپا نہیں۔ سب سے پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس بدبخت ازلی کے خلاف جہاد کیا، جو ''جنگ یمامہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ اسی جنگ میں مسیلمہ کذاب، حضرت وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا۔ اسی دور میں اسود عنسی اور سجاح نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا اور پھر اپنے بھیانک انجام کو پہنچے۔

مجلس احرار اسلام کی تابناک تاریخ، بے لوث قربانیوں اور عزم و ایثار سے عبارت ہے۔ احرار نے 1934ء میں قادیان میں احرار تبلیغ کانفرنس کر کے قادیانیت کے خلاف پہلی منظم جدوجہد کا آغاز کیا۔ ہندوستان کے معروف علماء خصوصاً حضرت مفتی کفایت اللہ، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا ظہور احمد بگوی اور مولانا ظفر علی خان نے بھی کانفرنس سے خطاب کیا۔ اس کے ساتھ ہی قادیان میں مدرسہ و مسجد ختم نبوت کی بنیاد رکھی گئی۔

قیام پاکستان کے بعد مجلس احرار اسلام نے 1953ء میں سر ظفر اللہ خان قادیانی کو وزارتِ خارجہ سے ہٹانے اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لیے ''آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کے پلیٹ فارم سے پورے ملک میں زبردست تحریک کا آغاز کیا۔ وقت کے چنگیز خان جنرل اعظم خاں نے مارشل لاء نافذ کر کے لاہور کے نہتے مسلمانوں پر گولیاں چلائیں اور ہزاروں عاشقانِ ختمِ نبوّت کو شہید کیا۔ ریاستی تشدد کے شرمناک استعمال سے وقتی طور پر یہ تحریک دبا دی گئی لیکن حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرمایا:

> ''میں نے اس تحریک کی صورت میں، ایک ٹائم بم نصب کر دیا ہے، وقت آنے پر یہ بم ضرور پھٹے گا اور فتنۂ مرزائیت کو اس کے انجام سے دوچار کرے گا''

29/ اپریل 1973ء کو آزاد کشمیر اسمبلی میں میجر محمد ایوب شہید نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد

پیش کی اور آزاد کشمیر اسمبلی نے قادیانیوں کی اسلام اور وطن دشمن سرگرمیوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، متفقہ طور پر اُنھیں غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ تب آزاد کشمیر کے صدر سردار عبدالقیوم خان کو قائد احرار مولانا سید ابوذر بخاریؒ نے اس جرأت مندانہ اقدام پر ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا:

> ''صحیح ترین بات یہ ہے کہ آزاد کشمیر کی محدود تر حکومت کی مقید ترین اسمبلی نے اس دورِ ضلالت میں ملکی اور عالمی سطح پر کسی برسر اقتدار کفر والحاد کا کوئی رعب اور خوف محسوس نہ کیا۔ اور تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت کے شہداء کے خون بے گناہی کا روحانی پیغام قبول کر لیا ہے۔''

22رمئی 1974ء کو نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کا ایک گروپ' شمالی علاقہ جات میں سیر و تفریح کی غرض سے ملتان سے پشاور جانے والی گاڑی چناب ایکسپریس کے ذریعے روانہ ہوا۔ جب گاڑی ربوہ (موجودہ چناب نگر) ریلوے اسٹیشن پہنچی تو مرزائیوں نے گاڑی میں مرزا قادیانی کا کفر والحاد پر مشتمل لٹریچر تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ جس سے طلباء اور قادیانیوں میں جھڑپ ہوتے ہوتے رہ گئی۔ 29رمئی 1974ء کو طلبہ چناب ایکسپریس کے ذریعے واپس آرہے تھے۔ گاڑی ربوہ ریلوے اسٹیشن پہنچی تو قادیانیوں نے طلبہ پر حملہ کر دیا اور اتنا تشدد کیا کہ وہ خون میں نہا گئے۔ جب گاڑی ختم نبوت کی خاطر لہولہان ہونے والے طلبہ کو لے کر فیصل آباد پہنچی تو پورے شہر میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر پورے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

ملک بھر میں احتجاجی ریلیوں، جلسوں اور جلوسوں کا سیلاب امڈ آیا۔ اس تحریک کا سب سے پہلا جلوس چنیوٹ میں تحریک طلباء اسلام کے صدر ملک رب نواز ایڈووکیٹ کی قیادت میں نکالا گیا۔

ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ نے گجرات میں احتجاجی جلوس سے خطاب کیا۔ اس اذیت ناک واقعے کے خلاف مجلس احرار اسلام فیصل آباد کا ایک ہنگامی اجلاس میاں محمد عالم بٹالوی کی صدارت میں منعقد ہوا۔ جس میں سانحۂ ربوہ پر احتجاج کرتے ہوئے اُس وقت کے وزیر اعلیٰ پنجاب حنیف رامے سے مطالبہ کیا گیا کہ واقعہ ربوہ کی تحقیقات کی جائے۔ 9رجون کو مجلس عمل کی تشکیل ہوئی تو اس میں جانشین امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاریؒ، مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ اور چودھری ثناء اللہ بھٹہ نے شرکت کی۔ چیچہ وطنی میں مجلس احرار اسلام اور تحریک طلباء اسلام کے زیر اہتمام ایک پر امن اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے ابن امیر شریعت، پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ اور محمد عباس نجمیؒ نے کہا کہ ربوہ کا واقعہ فوری ردّ عمل کا نتیجہ نہیں بلکہ ایک سوچی سمجھی سازش ہے۔

واقعہ ربوہ کے دوسرے دن مجلس احرار اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن (مرکزی نائب امیر) پروفیسر خالد شبیر احمد نے قادیانیوں کے سوشل بائیکاٹ کے لیے فیصل آباد میں تحریک چلائی، بیج اور سٹیکرز پر ''قادیانیوں کا سوشل

بائیکاٹ کرو'' تحریر کروا کر پورے شہر میں تقسیم کیے گئے۔ اس کے بعد مجلس احرار اسلام نے لاہور سے اشتہارات، بیج اور سٹیکرز شائع کر کے پورے ملک میں تقسیم کیے۔ جس کے نتیجے میں پورے ملک میں قادیانیوں کے سوشل بائیکاٹ کی فضا بنی اور قادیانیوں کے سوشل بائیکاٹ کا نعرہ زبان زد عام ہوا۔

حکمرانوں نے حسب معمول واقعہ ربوہ کو بھی دبانے کی کوشش کی لیکن پنجاب اسمبلی میں بھی سانحہ ربوہ کی باز گشت سنی گئی۔ قادیانیوں کی اس چنگیزیت کو دیکھتے ہوئے ملک کے تمام اکابر علماء و قائدین متفق ہوگئے۔ ۹ر جون ۱۹۷۴ء کو لاہور میں مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی صدارت میں مجلس عمل کا اجلاس ہوا۔ مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانی، جانشین امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاریؒ، مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ، آغا شورش کاشمیریؒ، نوابزادہ نصر اللہ خان، مولانا عبید اللہ انورؒ، حافظ عبدالقادر روپڑیؒ، مولانا عبدالستار نیازیؒ وغیرھم ایسی نمائندہ دینی و قومی شخصیات نے اس اجلاس میں شرکت کی۔

تحریک آہستہ آہستہ زور پکڑتی جارہی تھی۔ 9ر جون کے اجلاس میں مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کو مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا کنوینئر مقرر کیا گیا جبکہ 17 جون کو فیصل آباد کے اجلاس میں مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام، مجلس احرار اسلام، جمعیت علماء پاکستان، حزب الاحناف، مرکزی جمعیت اہل حدیث، جماعتِ اسلامی، مسلم لیگ، پاکستان جمہوری پارٹی اور دیگر مختلف دینی و سیاسی جماعتوں کی مرکزی قیادت نے بھرپور شرکت کی۔ چونکہ مختلف مکاتب فکر اور مختلف سیاسی جماعتوں سے تعلق رکھنے والے قائدین موجود تھے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ سعادت ہمارے حصے میں آئے۔ بالآخر مولانا سید ابوذر بخاریؒ اور شورش کاشمیریؒ کی گہری بصیرت سے یہ مشکل مرحلہ بہ آسانی حل ہوگیا۔ چنانچہ حضرت علامہ بنوریؒ کو صدر اور علامہ محمود احمد رضویؒ کو مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا سیکرٹری جنرل منتخب کیا گیا۔ تحریک کو مزید مؤثر اور طاقتور بنانے کے لیے آغا شورش کاشمیریؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا سید ابوذر بخاریؒ، علامہ محمود احمد رضویؒ، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ اور دیگر جید علماء کرام نے ملک کے طوفانی دورے کیے اور مسلمانوں کو قادیانیت کا حقیقی چہرہ دکھایا۔ مولانا سید ابوذر بخاریؒ کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوگئے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فرزند مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ کو ڈیفنس آف پاکستان رولز کے تحت گرفتار کرلیا گیا۔ وہ چار ماہ تک گجرات جیل میں قید رہے۔ مجلس عمل کی قیادت نے مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ کی گرفتاری پر شدید احتجاج کیا اور انھیں رہا کرنے کا مطالبہ کیا۔

جلیس سلاسل نے اپنی کتاب ''ٹیبل ٹاکس'' میں لکھا ہے کہ: ایک روز کراچی کے جبیس ہوٹل میں سابق رکن قومی

اسمبلی و پاکستان دستور کمیشن کے چیئرمین مولانا ظفر احمد انصاری آئے اور وزیراعظم بھٹو کا پیغام دیتے ہوئے آغا شورش کاشمیری سے کہا کہ آپ ملک سے باہر چلے جائیں۔ اس لیے کہ بھٹو صاحب قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا فیصلہ کر چکے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس کا کریڈٹ قوم آپ کو دے دے گی۔ آغا شورش نے کہا کہ وزیراعظم سے کہہ دیں کہ میں ملک سے باہر قطعی نہیں جاؤں گا اور اگر وہ کریڈٹ کے ہی خواہش مند ہیں تو میں اور ’’چٹان‘‘ یہ کریڈٹ ان کو ہی دے دیں گے۔ مجھے کریڈٹ سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں خود قوم سے کہوں گا کہ اس کارنامے کا کریڈٹ بھٹو صاحب کو دے۔ میرا تو معاملہ ہی دوسرا ہے۔ عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کریڈٹ کا محتاج نہیں ہوتا۔ شورش کاشمیری نے بھٹو صاحب سے ملاقات میں گفتگو کرتے ہوئے کہا:

> ’’بھٹو صاحب! ہمارے پاس کون سی عظمت ہے۔ ایک سو سال سے اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت بحال نہیں کرا سکے۔ ہم سے زیادہ ذلیل قوم کسی ملک نے آج تک پیدا نہیں کی ہوگی۔ ہم اُسی وقت عزت وعظمت کا تاج سر پر رکھ سکتے ہیں جب قادیانیوں سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا تاج چھین کر سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کر لیں، پھر شورش نے روتے ہوئے بھٹو کے سامنے اپنی جھولی پھیلا کر کہا: میں آپ سے اپنے اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلینی کی بھیک مانگتا ہوں۔ آپ میری زندگی کی تمام نیکیاں اور خدمات لے لیں۔ میں خدا کے حضور خالی ہاتھ چلا جاؤں گا مگر خدا کے لیے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حفاظت کر دیجیے۔ یہ میری جھولی نہیں۔ فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی ہے جس کی جھولی پر قادیانی حملہ آور ہیں۔‘‘

بھٹو صاحب یہ سن کر لرز اُٹھے۔ ان کا کہنا تھا کہ اب اس سے زیادہ مجھ میں سننے کی تاب نہ تھی۔ میرے بدن میں ایک جھرجھری سی آئی۔ میں بھی آخر مسلمان تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھتا تھا۔ اس موقع پر شورش نے بات چیت کا رخ جذبات کی طرف موڑ دیا تھا اور میں اپنے مسلمان ہونے کی حیثیت کے سوا سب کچھ بھول گیا تھا۔ میں نے شورش سے وعدہ کر لیا تھا کہ میں قادیانی مسئلہ ضرور بالضرور حل کروں گا۔ شورش مجھ سے وعدہ لے کر چلا گیا اور میں سوچتا رہا کہ شاید اس شخص نے مجھ پر جادو کیا ہے لیکن مجھ جیسے شخص کو قائل کرنے کے لیے ایک جذباتی ماحول پیدا کرنا صرف شورش کا کام تھا۔

کرنل رفیع الدین (جو راولپنڈی جیل میں ذوالفقار علی بھٹو کی نگرانی پر مامور تھے) نے اپنی کتاب ’’بھٹو کے آخری 323 دن‘‘ میں بھٹو صاحب کے بارے میں لکھا ہے::

> ’’احمدی مسئلہ! یہ ایک مسئلہ تھا جس پر بھٹو صاحب نے کئی بار کچھ نہ کچھ کہا۔
>
> ایک دفعہ کہنے لگے: رفیع! یہ لوگ چاہتے ہیں کہ ہم ان کو پاکستان میں وہ مرتبہ دیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔ یعنی ہماری ہر پالیسی ان کی مرضی کے مطابق چلے۔
>
> ایک بار انھوں نے کہا کہ قومی اسمبلی نے ان کو غیر مسلم قرار دے دیا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟

ایک دن اچانک مجھ سے پوچھا کہ کرنل رفیع الدین! کیا احمدی آج کل یہ کہہ رہے ہیں کہ میری موجودہ مصیبتیں ان کے خلیفہ کی بدعا کا نتیجہ ہیں کہ میں کال کوٹھڑی میں پڑا ہوں۔

ایک مرتبہ کہنے لگے کہ بھئی اگر ان کے اعتقاد کو دیکھا جائے تو وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے اور اگر وہ مجھے اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو کوئی بات نہیں، پھر کہنے لگے: میں تو بڑا گناہ گار ہوں اور کیا معلوم کہ میرا یہ عمل ہی میرے گناہوں کی تلافی کر جائے اور اللہ تعالیٰ میرے تمام گناہ اس نیک عمل کی بدولت معاف کر دے۔

بھٹو صاحب کی باتوں سے میں یہ اندازہ لگایا کرتا تھا کہ شاید انھیں گناہ وغیرہ کا کوئی خاص احساس نہ تھا لیکن اس دن مجھے معلوم ہوا کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔''

مجلس احرار اسلام کے امیر مولانا سید ابوذر بخاریؒ نے 28/جولائی 1974 کو ملتان میں پریس کانفرنس کرتے ہوئے مجلس عمل کے صدر مولانا محمد یوسف بنوریؒ کو اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلاتے ہوئے فرمایا کہ مجلس احرار اسلام، مجلس عمل کی تحریک کو کامیابی سے ہم کنار کر کے دم لے گی۔ مولانا سید ابوذر بخاری کے خطاب کو اخبارات نے بھرپور کوریج دی۔

مولانا سید ابوذر بخاریؒ نے اپنے وفد کے ساتھ اگست 1974ء کو لاہور میں مجلس عمل کے اجلاس میں شرکت کی اور اسی دن شام کو جلسے سے بھی خطاب کیا۔ شورش کاشمیری بیمار ہونے کی وجہ سے اس جلسہ میں تو شرکت نہ کر سکے لیکن لاہور اور لائل پور (فیصل آباد) میں مجلس عمل کے اجلاسوں میں شریک ہوتے رہے۔ اور راولپنڈی کے جلسہ سے خطاب بھی کیا۔

یکم ستمبر 1974ء کو میں بادشاہی مسجد لاہور میں مجلس عمل کا تاریخی جلسہ ہوا جس میں مولانا سید محمد یوسف بنوری، مفتی محمود، سید مودودی، سید ابوذر بخاری، مولانا عبدالحق، مظفر علی شمسی، علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا عبدالقادر روپڑی اور دیگر مقررین نے خطاب کیا۔

اس مقدس تحریک میں طلبہ تنظیمیں بھی پیش پیش تھیں۔ اسلامی جمعیت طلبہ، جمعیت طلبہ اسلام، انجمن طلبہ اسلام اور تحریک طلبا اسلام کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ تحریک طلباء اسلام کے مرکزی صدر ملک رب نواز چنیوٹی کی شعلہ نوائی سے خائف ہو کر انہیں گرفتار کرنے کے لیے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے لیکن انھوں نے ہائی کورٹ سے قبل از گرفتاری ضمانت کرالی۔ آخر ملتان کے جلسہ میں تقریر کے مقدمہ میں انھیں گرفتار کرلیا گیا۔ تحریک طلباء اسلام کے مرکزی ناظم اعلیٰ محمد عباس نجمیؒ، عبداللطیف خالد چیمہ، حافظ محمد یوسف سیال، سید محمد ارشد بخاری اور سید محمد کفیل بخاری نے لاہور، ملتان، فیصل آباد، راولپنڈی، بہاول پور، گجرات، گوجرانوالہ اور کراچی کے جلسوں میں قائدِ احرار سید ابوذر بخاری اور مولانا سید عطاء المحسن بخاریؒ کے ہمراہ شرکت کی۔

حکومت بالآخر تحریک کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئی۔ قومی اسمبلی کی خصوصی کمیٹی قائم کر دی گئی۔ جسے فریقین کی

بات سن کر فیصلہ کرنا تھا۔قومی اسمبلی میں مجلس عمل کی نمائندگی مولانا مفتی محمودؒ، مولانا شاہ احمد نورانیؒ ، پروفیسر غفور احمد، مولانا غلام غوث ہزارویؒ، مولانا عبدالحقؒ اور دیگر ارکان کر رہے تھے۔ مذکورہ حضرات نے شب و روز کی مساعی جمیلہ سے وہ تمام لٹریچر جمع کیا جو خصوصی کمیٹی کے لیے ضروری تھا۔

شہداء ختم نبوت کا مقدس خون اور قائدین تحریک تحفظ ختم نبوت کی بے لوث قربانیاں رنگ لے آئیں۔قومی اسمبلی نے مرزا ناصر پر گیارہ دن تک اور مرزائیت کی لاہوری شاخ کے امیر صدر الدین پر سات گھنٹے مسلسل بحث کی۔7 ستمبر 1974ء کا وہ مبارک دن آ پہنچا‘ جب قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر سہ پہر 4 بج کر 35 منٹ پر قادیانیوں کی دونوں شاخوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔ذوالفقار علی بھٹو نے قائد ایوان کی حیثیت سے خصوصی خطاب کیا۔وزیر قانون عبدالحفیظ پیرزادہ نے اس سلسلے میں آئینی ترمیم کا تاریخی بل پیش کیا اور جب یہ بل متفقہ رائے سے منظور ہو گیا تو حزبِ اقتدار و حزبِ اختلاف فرطِ خوشی و مسرت سے آپس میں بغل گیر ہوئے۔مولانا سید ابوذر بخاری نے مجلس احرار اسلام کی جانب سے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کو یہ تاریخ ساز فیصلہ کرنے پر مبارک باد کا تار بھیجا۔جس کے جواب میں بھٹو نے کہا کہ یہ سب کچھ آپ لوگوں کی محنت کا ثمر ہے۔اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے مجھ گناہ گار سے یہ عظیم کام لے لیا ہے۔

اس تاریخ ساز فیصلے کے بعد 9 ستمبر کو ملتان میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے مزار پر مجلس احرار اسلام کی جانب سے ایک ہفتہ کے لیے کیمپ لگایا گیا۔جس میں عوامی قافلوں کے علاوہ ملک بھر سے مختلف شخصیات خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے آتی رہیں۔مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی اور ولی خان بھی اس کیمپ میں آئے اور شاہ جی کی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ شاہ جی کا لگایا ہوا پودا آج ثمر آور درخت بن چکا ہے۔یہ شاہ جی کی محنت اور خلوص کا نتیجہ ہے کہ آج قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دے دیئے گئے۔اس طرح یہ تاریخ ساز دن علماء حق اور شہداء ختم نبوت کی بے لوث قربانیوں کی فتح کا دن ثابت ہوا۔

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
27 ستمبر 2012ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
الداعی سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان 061-4511961

تحریک ختم نبوت......زندہ باد

سہیل باوا (لندن)

۳؍مارچ ۱۹۵۳ء کی صبح تھی، شہر لاہور میں عملاً کرفیو نافذ تھا، مگر ختم نبوت کے پروانوں کو بھلا ان پابندیوں کی کب پرواتھی...... پروانہ رسالت کے شیدائی جوق در جوق نکلے......ادھر قادیانیت نواز منصوبہ بندی کر چکے تھے......بس پھر کیا تھا...... گولیوں کا مینہ برسنے لگا......ختم نبوت کے پروانوں کی لاشیں گرتی رہیں...... اِدھر ختم نبوت کے نعرے تھے...... اِدھر ناموسِ رسالت کے پروانے سینے پر گولیاں کھا رہے تھے......اُدھر نعشوں کو چھانگا مانگا کے جنگل میں اجتماعی قبروں میں دفنا کر نعشوں کی نئی صف بچھانے کیلئے میدان تیار ہو رہا تھا......اور دیکھتے ہی دیکھتے دس ہزار متوالوں نے ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت پر اپنی جانیں قربان کر دیں......لاہور کا مال روڈ فدائینِ ختمِ نبوت کی لاشوں سے سجا اور خون سے سرخ ہو گیا......خونچکاں تاریخ رقم ہوگئی......مگر کہنے والے آج بھی یہ کہتے ہیں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینا ایک متنازعہ سیاسی فیصلہ تھا۔

۲۲؍مئی ۱۹۷۴ء کی دوپہر تھی، نشتر میڈیکل کالج ملتان کے ۱۰۰ طلبہ شمالی علاقہ جات کی تفریح کیلئے جا رہے تھے، جب ان کی ٹرین ربوہ پہنچی تو حسب معمول قادیانیوں نے گاڑی میں اپنا تبلیغی لٹریچر تقسیم کرنا شروع کر دیا، طلبہ نے احتجاج کیا، احمدی گرگے غضبناک ہوگئے اور طلبہ کو مزہ چکھانے کا فیصلہ کر لیا، ۲۹؍مئی کو چناب ایکسپریس سے واپس آتے ہوئے طلبہ پر مرزائی دہشتگردوں نے ہلہ بول دیا...... نہتے طلبہ احمدی بلوائیوں کا مقابلہ نہ کر سکے...... چناب ایکسپریس کی بوگیوں کو ٹارچر سینٹر بنا دیا گیا......طلبہ لہولہان ہوگئے...... جوانوں کے جسموں سے رستا خون قوم کے وجود میں اشتعال بن کر دوڑا اور پھر جہاں جہاں سے زخموں سے چور لہولہان طلبہ کی گاڑی گذرتی گئی، فتنہ قادیانیت کے بارے قوم کا غصہ بڑھتا گیا، طلبہ کی ٹرین جس اسٹیشن پر رکی...... پورا شہر استقبال کو امڈ آیا...... ملک بھر میں اس واقعے کے خلاف ہڑتال ہوگئی...... مظاہروں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا...... تحریک ملک بھر کے گلی کوچوں میں چلنے لگی، پوری قوم قادیانیت کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گئی......ارے کون بوڑھا کیسا جوان......سب میدان عمل میں تھے......عورتیں دودھ پیتے بچوں کو گود میں اُٹھا کر سڑکوں پر آ کھڑی ہوئیں......سب کا ایک ہی مطالبہ تھا......ختم نبوت کے منکرین احمدی غنڈوں کو اسلام سے خارج کرنے کا قانون نافذ کیا جائے......ایسی تحریک چلی کے ولولہ انگیزی کی تاریخ رقم ہوگئی مگر کہنے والے آج بھی یہ کہتے ہیں کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینا ایک متنازعہ سیاسی فیصلہ تھا۔

۷ستمبر ۱۹۷۴ء کی شام تھی، قومی اسمبلی کے اجلاس میں اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے حوالے سے تقریر کر رہے تھے، اس تاریخی تقریر میں ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے کہا کہ:

''قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا فیصلہ سیاسی نہیں بلکہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے، یہ ایک قومی فیصلہ ہے، یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے، یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے، یہ مسئلہ ۹۰ سال پرانا ہے، جس پر ۱۹۵۳ء میں وحشیانہ طور پر قابو پانے کی کوشش کی گئی، اگر اب بھی عوامی خواہشات کو کچل کر کوئی عارضی حل نکال لیا جاتا تو یہ مسئلہ دب تو جاتا مگر ختم نہ ہوتا، پاکستان اسلام کی بنیاد پر بنا ہے، پاکستانی مسلمانوں کی اکثریت جس چیز کو اپنے اعتقادات کے خلاف سمجھتی ہے، اس کے حق میں فیصلہ کرنا پاکستان کے تصور کو ٹھیس لگانے کے مترادف ہوگا۔ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا مذہبی فیصلہ بھی ہے اور غیر مذہبی بھی۔ مذہبی اس لحاظ سے کہ یہ فیصلہ ان مسلمانوں کو متاثر کرتا ہے جو پاکستان میں اکثریت میں ہیں اور غیر مذہبی اس لحاظ سے کہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے شہریوں کے جائز مطالبات پورے کرے، قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا حکومت کی نہیں پاکستان کی عوام کی کامیابی ہے، اگر تمام جماعتوں کی جانب سے تعاون اور مفاہمت کا جذبہ نہ ہوتا تو قادیانیوں کو غیر مسلم قرار نہیں دیا جاسکتا تھا۔''

ذوالفقار علی بھٹو کے ان واضح اعترافات کے باوجود کہنے والے آج بھی کہتے ہیں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینا ایک متنازعہ سیاسی فیصلہ تھا۔

قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا اگر متنازعہ سیاسی فیصلہ تھا تو اس فیصلے سے قبل پاکستان کے سینے پر مرزائیت کے خنجر کس نے گھونپے، قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ کے ایماء پر سیٹو اور سنیٹو جیسے معاہدوں پر دستخط کر کے پاکستان کو غلامی میں کس نے دیا؟ ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ میں قادیانیوں کی فرقان بٹالین نے پاک فوج کو بے دست و پا کیوں کیا؟ پلاننگ کمیشن کے سابق ڈپٹی چیئرمین ایم ایم احمد قادیانی نے مشرقی پاکستان کو الگ کرنے کی سازش میں حصہ لے کر پاکستان کو دو لخت کس کے کہنے پر کیا؟ نوبل انعام یافتہ قادیانی سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام نے پاکستان کے ایٹمی راز کو امریکہ کیوں دیئے؟ قادیانی پاکستان کے سینے پر مونگ دل رہے تھے، پاکستان کی عوام کو یرغمال بنا کر وہ اپنے استعمارانہ ایجنڈوں کی تکمیل کیلئے اسلام کو اپنے نشانے پر رکھے ہوئے تھے، قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینا ایک خالصتاً قومی، سیاسی اور مذہبی مسئلہ تھا اگر اس دیوث طبقے کو اسلام کی صفوں سے باہر نہ نکالا جاتا تو آج نہ جانے کتنے بنگلہ دیش بن چکے ہوتے، تاریخ گواہ ہے کہ بانی پاکستان محمد علی جناح نے قادیانی گماشتے سر ظفر اللہ خان کو اہم عہدے پر فائز کرنے کی مخالفت کی تھی، تاریخ اس بات کی بھی شاہد ہے کہ مسٹر جناح سے جب دورۂ کشمیر کے موقع پر قادیانیوں کی بابت دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ پاکستانی

عوام کی اکثریت احمدیوں کے اسلام کے حوالے سے مشکوک ہے اور پاکستانی عوام کی اکثریت کا فیصلہ ہی قابل قبول ہوگا۔

۱۹۵۳ء کے دس ہزار شہداء نے کیا ایک متنازعہ سیاسی مسئلے کیلئے اپنی جاں جان آفرین کے سپرد کی تھی؟ ۱۹۷۴ء میں ربوہ میں طلبہ کی ٹرین پر قادیانی غنڈوں کے حملے کے نتیجے میں ملک کے طول وعرض سے بچے، بوڑھے، جوان اور عورتیں کیا کسی متنازعہ سیاسی فیصلے کیلئے نکلے تھے؟ احمدی خود اس بات کے قائل ہیں کہ پاکستان کی قانون ساز اسمبلی میں ان کے مذہب سے متعلق متفقہ فیصلہ پاکستانی عوام کی اُمنگوں کا ترجمان ہے، ۸/ جولائی ۲۰۱۰ء کو عربی جریدے ہفت روزہ الاخبار میں احمدی عبادت گاہ کے سربراہ شمشاد احمد صدیقی نے اپنے ایک مضمون میں لکھا کہ ''پاکستانی حکومت اور پاکستانی عوام کی اکثریت احمدیوں کیلئے نرم گوشہ نہیں رکھتی'' جب خود احمدی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ پاکستانی عوام کی اکثریت قادیانیت کو تسلیم نہیں کرتی ہے تو قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے فیصلے کو متنازعہ کہنا حماقت ہے۔ جمہوری معاشروں میں اکثریت کے فیصلے کو ریاستی تائید حاصل ہوتی ہے اور احمدیوں کی حمایت میں پاکستان سمیت دنیا بھر کا مسلمان ایک لفظ سننے کو تیار نہیں، احمدی کل بھی غیر مسلم تھے، احمدی آج بھی غیر مسلم ہیں اور روئے زمین پر اگر ایک بھی محمدی زندہ ہو تو قادیانی اسے بھی اپنے مسلمان ہونے پر قائل نہیں کر سکتے......تحریک ختم نبوت......زندہ باد

☆☆☆

قادیانی مصنوعات شیزان، سپیڈ، ثمر قند کا بائیکاٹ

تمام مسلمانوں سے اپیل ہے کہ قادیانی مصنوعات

① شیزان ② سپیڈ (انرجی ڈرنک) ③ ثمر قند

تینوں بوتل، جوس، شربت اور دیگر سکوائش اور جوسسز کا بائیکاٹ کریں

شیزان کی ۳۰ فیصد آمدنی چناب نگر جاتی ہے جس سے مسلمانوں کو گمراہ کیا جاتا ہے

ان ناپاک مصنوعات کے استعمال سے

خود بچیں　اپنے گھر والوں کو بچائیں　اور　عام مسلمانوں کو بھی بچائیں

تحریک تحفظِ ختمِ نبوت ﷺ (شعبۂ تبلیغ) مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

ادارہ

مسافرانِ آخرت

☆**حکیم سید محمد احمد سرو سہارن پوری رحمہ اللہ:** ممتاز تحریکی، علمی و ادبی شخصیت حکیم سید محمود احمد سرو سہارن پوری گزشتہ ماہ راولپنڈی میں انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حکیم صاحب کے والد ماجد حکیم سید داؤد احمد بخاری سہاری پوری رحمۃ اللہ علیہ تقسیم ہند سے قبل مجلس احرارِ اسلام سے وابستہ تھے۔ سہارن پور میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے میز بانوں میں تھے۔ اُن کے فرزند حکیم سید محمد احمد سرو سہارن پوری رحمہ اللہ اپنے عظیم والد کے صحیح جانشین تھے، دینی تحریکی جدوجہد میں ہمیشہ سرگرم رہے۔ جماعتِ اسلامی کے مرحوم رہنما جناب نعیم صدیقی جب تنظیمی اختلاف کی بنیاد پر جماعت اسلامی سے الگ ہوئے تو انہوں نے ’’تحریکِ اسلامی‘‘ کے عنوان سے کام شروع کیا۔ حکیم سرو سہارن پوری تحریکِ اسلامی میں اُن کے ہم سفر بن گئے اور جناب نعیم صدیقی کے انتقال کے بعد تحریکِ اسلامی کے امیر منتخب کیے گئے۔

حکیم صاحب مرحوم کو دینی، علمی و ادبی ذوق، طبّ وحکمت اپنے والد مرحوم سے ورثہ میں ملا۔ با قاعدہ مطب میں بیٹھتے اور مریضوں کو دوا دیتے۔ آپ نے تحقیقی مضامین لکھے اور اخبارات میں کالم اور تجزیے تحریر کیے۔ قادرالکلام شاعر تھے۔ ’’ثنائے خواجہ‘‘ اُن کا مجموعۂ حمد ونعت ہے۔ معروف صحافی جناب سعود ساحرؔ آپ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ حکیم سید محمد محمود آپ کے فرزند ہیں اور آپ کی ہو بہو تصویر ہیں۔ حکیم صاحب مرحوم طویل عرصے سے فالج کے عارضہ میں مبتلا اور صاحبِ فراش تھے۔ انہوں نے طویل علالت میں بھی دینی جدّ وجہد کا عزم قائم رکھا اور عبادات کا خوب اہتمام کیا۔ وہ ایک متقی انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے اور دین کے راستے میں اُن کی سعی قبول فرمائے (آمین) اور پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے (آمین)

☆**والدہ مرحومہ امیر عمر:** مجلس احرارِ اسلام چکڑالہ ضلع میانوالی کے رہنما جناب امیر عمر کی والدہ ماجدہ اور قدیم احرار کارکن کپتان غلام محمد مرحوم کی اہلیہ انتقال: ۲۱ر رمضان المبارک

☆**والدہ مرحومہ حاجی جابر علی:** ملتان میں ہمارے دیرینہ کرم فرما اور مدرسہ معمورہ کے معاون جناب حاجی جابر علی کی والدہ مرحومہ، انتقال: رمضان المبارک

☆**والدہ مرحومہ عبدالرحمٰن:** ملتان میں ہمارے مہربان جناب عبدالرحمٰن (رحمانیہ الیکٹرک) کی والدہ مرحومہ

☆**الطاف مرحوم:** مجلس احرارِ اسلام رام گلی لاہور کے کارکن جناب امجد حسین وائیں کے بھائی الطاف حسین مرحوم، انتقال: رمضان المبارک

☆**نزاکت علی مرحوم:** شہلی غربی تحصیل حاصل پور میں ہمارے مہربان عبدالسلام کے بھائی نزاکت علی مرحوم

☆**والد ماجد شفیق احمد:** شورکوٹ ضلع جھنگ میں ہمارے کرم فرما جناب شفیق احمد کے والد مرحوم

☆**والدہ مرحومہ محمد عثمان:** مجلس احرارِ اسلام سورج میانی ملتان کے کارکن محمد عثمان کی والدہ مرحومہ، انتقال: رمضان المبارک

ادارہ

اخبار الاحرار

نائب امیر مرکزیہ مجلس احرارِ اسلام پاکستان سید محمد کفیل بخاری مدظلہٗ کا مختصر تنظیمی و تبلیغی دورۂ کراچی

(کراچی ۷؍اگست) مجلس احرارِ اسلام کراچی کے کارکنوں کے مسلسل اصرار پر قائد تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبۂ تبلیغ) مجلس احرار اسلام پاکستان سید محمد کفیل بخاری صاحب ۱۸؍رمضان بروز منگل کراچی تشریف لائے، بھائی عمر اور آصف بھائی کے گھر افطار پھر خواجہ عبدالوحید کے گھر تشریف لے گئے، خواجہ صاحب کے جواں سال بیٹے منصور وحید کے اچانک انتقال پر تعزیت اور دعاء مغفرت کی، جبکہ بروز بدھ مجلس احرارِ اسلام کراچی کے امیر مفتی عطاء الرحمٰن قریشی کے گھر دعوتِ افطار میں شرکت کی اور درس قرآن وحدیث دیتے ہوئے دینی قوتوں کے آپس میں اتحاد و اتفاق اور ہم آہنگی کو فروغ دینے پر زور دیتے ہوئے کہا کہ علم و آگہی اور شعور کو پروان چڑھانے کی ضرورت ہے۔ علمی مجالس کا انعقاد آپس میں قرب اور اتحاد کا ذریعہ ہوگا، دینی مدارس اور ائمہ مساجد معاشرہ میں امن اور خوش گوار ماحول قائم کرنے میں مرکزی کردار ادا کر سکتے ہیں، علماء کرام کے کردار کو معاشرہ سے ختم کرنے کے لیے اسلام دشمن قوتیں سرگرم عمل ہیں اس کے لیے امریکی ایجنڈے کے تحت لادین اور سیکولر افراد تبلیغ اسلام کے نام پر این جی اوز کے ذریعے مسلط کیے جارہے ہیں، مدارس کی آزادی ختم کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔ زکوٰۃ و صدقات جو مدارس کے ذرائع آمدنی ہیں سے محروم کرنے کے لیے سیاسی اور سماجی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی ہو رہی ہے۔ رمضان المبارک کے روزے تقویٰ و طہارت کے ماحول کو مستحکم کرنے کے لیے اطیعواللہ واطیعواالرسول کی شاہ راہ پر گامزن کرنے کی الہامی تربیت گاہ (تیس روزہ ٹریننگ) ہے۔ حافظ احمد معاویہ، مفتی عطاء الرحمٰن قریشی، مولانا احتشام الحق احرار، مولانا ملک امان اللہ طاہر، علامہ ساجد محمود، مولانا عبدالرزاق، مفتی جمال عتیق، مولانا مشتاق احمد، مولانا احسان، مولانا عبدالرحمٰن، مولانا سیف ربانی، قاری حبیب الرحمٰن، طارق قریشی، اسامہ قریشی، نعمان قریشی، مفتی ہارون مطیع اللہ، قاری علی شیر قادری، شفیع الرحمٰن احرار کے علاوہ دیگر معززین علاقہ اور ائمہ مساجد اور مدرسین کرام بڑی تعداد میں شریک تھے۔ جامع مسجد محمدیہ وتحفیظ القرآن مہران ٹاؤن میں مولانا عبدالغفور مظفر گڑھی کی اہلیہ کے انتقال پر تعزیت اور دعاء مغفرت کرائی۔ بروز جمعرات جامع مسجد سائیٹ ایسوسی ایشن میں بعد نماز ظہر شاہ صاحب نے اصلاحی اور تبلیغی درس دیتے ہوئے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہونے کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ منکرینِ ختم نبوّت اور منکرینِ حدیث کی منفی سرگرمیوں سے نوجوان نسل کے عقیدہ اور ایمان کے تحفظ کی خاطر تمام

مسالک کے علماء کرام کو سنجیدگی سے متحرک ہونا چاہیے۔ ردِّ قادیانیت پر مبنی لٹریچر اور نقیبِ ختمِ نبوّت رسالہ تقسیم کیا گیا۔ مسلم ہسپتال چناب نگر (ربوہ) کی ضرورت اور اہمیت سے مسلمانوں کو آگاہ کیا اور کہا کہ مبلغین احرار اور معتقدین امیر شریعت پوری دنیا میں مجلس احرار اسلام کے پیغام اور مشن کو عام کرنے کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ قادیانی اسلام اور پاکستان کے غداروں کا ٹولہ ہے۔ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کے تحفظ کی تحریک ہے۔

☆☆☆

(چیچہ وطنی ۴؍اگست) متحدہ تحریک ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان نے کہا ہے کہ قادیانیوں کو خطرناک حد تک کلیدی عہدوں پر بٹھایا جا رہا ہے اور مرکزی اور صوبائی حکومتیں بدترین قادیانیت نوازی سے کام لے رہی ہیں، ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنونیئر عبداللطیف خالد چیمہ نے الزام عائد کیا ہے کہ عبدالرحمٰن ملک، اسلام اور وطن دشمن قادیانیوں کو نواز رہے ہیں، ایف آئی اے کے ڈائریکٹر جنرل کے اہم عہدے پر انور ورک نامی قادیانی کو مسلط کر دیا گیا ہے۔ متحدہ تحریک ختمِ نبوت میں شامل تمام مکاتب فکر کے رہنماؤں نے کہا ہے کہ کلیدی عہدوں پر قادیانیوں کا براجمان ہونا خطرے کی گھری علامت ہے، قادیانیوں کو حساس عہدوں سے ہٹایا جائے، بتایا گیا ہے کہ عیدالفطر کے بعد ''کُل جماعتی مشاورتی اجلاس'' میں اِس حوالے سے مشترکہ لائحہ عمل طے کیا جائے گا۔

☆☆☆

لاہور (۴؍اگست) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ روزنامہ ''اُمت'' کے اسلام آباد بیورو چیف سعود ساحر کے بڑے بھائی نامور مذہبی اسکالر حکیم سید محمود احمد سروسہار نپوری کے انتقال پُر ملال پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے دعائے مغفرت کی ہے۔ سعود ساحر سے فون پر تعزیت کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے حکیم سید محمود احمد سروسہانپوری کی طویل دینی و علمی اور تحریکی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا اور مرحوم کے بلندیٔ درجات کے لئے دعا کی۔

☆☆☆

چیچہ وطنی (۱۰؍اگست) تحریک تحفظ ختم نبوت کے رہنما اور مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے صدر آصف علی زرداری کے اس بیان پر کہ '' تحفظ ناموس رسالت قانون کا غلط استعمال نہیں ہونے دیں گے'' کو ایک سازش قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ مذہبی جماعتیں ایوان صدر میں بیٹھی ہوئی دین دشمن قوتوں کی سازشوں کو کامیاب نہیں ہونے دیں گی، انہوں نے کہا کہ قادیانی اور یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ مختلف حیلے بہانوں سے تحفظ ناموس رسالت قانون کو ختم کروانے کے لئے عرصہ دراز سے سرگرم عمل ہیں، تحفظ ناموس رسالت کے خلاف زبان درازی کرنے والی قوتیں یہ کیوں نہیں کہتیں کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 302 کا غلط استعمال نہیں ہونے دیں گے۔ انہوں نے

کہا کہ قادیانی خود کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کر لیں تو اکثر مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے، تحفظ ناموس رسالت قانون کو ختم کر نے کا مطلب قادیانی اقلیت کو مسلمانوں کی صف میں شامل کرنے کی ایک سازش ہے، جس کا ہم ہر پلیٹ فارم پر مقابلہ کریں گے، انہوں نے کہا کہ صدر آصف علی زرداری اور بعض مقتدر حلقوں کے اس قسم کے بیانات دراصل اُس عالمی ایجنڈے کا حصہ ہیں، جس کے تحت بعض عالمی قوتیں توہین رسالت کے قانون کو ختم کروانا چاہتی ہیں۔

☆☆☆

لاہور(۱۱؍اگست) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری ،سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ اور سید محمد کفیل بخاری نے دارالعلوم کراچی پر پولیس اور رینجرز کے چھاپے کو بلا جواز قرار دیتے ہوئے اِسے ریاستی دہشت گردی قرار دیا ہے، احرار رہنماؤں نے کہا ہے کہ دارالعلوم جیسے پر امن تعلیمی مرکز پر چھاپہ، اساتذہ وطلباء کو گرفتار اور ہراساں کرنا اور دینی ادارے کے تقدس کو مجروح کرنا اُسی عالمی استعماری ایجنڈے کا حصہ ہے جس کے تحت مسلمانوں اور مسلم دینی اداروں کو ختم کرنا مقصود ہے مجلس احرارِ اسلام اور تحریک تحفظ ختم نبوت نے مطالبہ کیا ہے کہ وزارت داخلہ اور وزارت مذہبی امور براہ راست وضاحت کرے کہ کن وجوہات کی بنا پر دارالعلوم پر دھاوا بولا گیا نیز ذمہ دار اداروں اور اہلکاروں کے خلاف تادیبی کارروائی عمل میں لائی جائے۔

☆☆☆

چیچہ وطنی (۲۰؍اگست) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے مرکزی مسجد عثمانیہ چیچہ وطنی میں نماز عید الفطر کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ رمضان وعید کا اصل پیغام یہ ہے کہ ہم اِنسانوں کی غلامی سے نکل کر ایک اللہ کی غلامی میں آ جائیں اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف بغاوت کر دیں موجودہ نظام ریاست انسان کا استحصال کرتا ہے اور استحصالی طبقات کی بالا دستی کو قائم رکھنے کے لئے موجودہ سیاستدان مصروف عمل ہیں، انہوں نے کہا کہ دارالعلوم کراچی پر پولیس اور رینجرز کا دھاوا بولنا اِن اداروں کا ذاتی فیصلہ نہیں بلکہ یہ اُسی عالمی ایجنڈے کا حصہ ہے جس کے تحت دینی اداروں، مساجد اور دینی جماعتوں کو ختم کرنے کے لئے کام ہو رہا ہے، عبداللطیف خالد چیمہ جو متحدہ تحریکِ ختم نبوت کی مرکزی رابطہ کمیٹی کے کنوینر بھی ہیں نے کہا کہ کلیدی سرکاری عہدوں پر قادیانیوں کو مسلط کیا جا رہا ہے، عبدالرحمٰن ملک نے ایف آئی اے کے ڈائریکٹر جنرل کے اہم عہدے پر سکہ بند قادیانی انور ورک کو تعینات کر کے بدترین قادیانیت نوازی اور ملک دشمنی کا مظاہرہ کیا ہے انہوں نے مطالبہ کیا کہ دارالعلوم کراچی پر چھاپہ مارنے کے اصل محرکات سامنے لائے جائیں اور ذمہ داران کے خلاف فوری اور مؤثر کارروائی کی جائے اجتماع عید میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ قادیانیوں کو اہم اور کلیدی آسامیوں سے علیحدہ کیا جائے فوج اور سول کے حساس عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔

لاہور (۲۵ راگست) مجلس احرارِ اسلام اور تحریک تحفظِ ختمِ نبوت نے توہین رسالت قانون کو ختم کرنے کے لئے عالمی اداروں کے بڑھتے ہوئے دباؤ پر تشویش ظاہر کرتے ہوئے حکومت سے کہا ہے کہ وہ اس دباؤ کو مسترد کرنے کا اعلان کرے مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ اِس حوالے سے یہ اعلان آنا کہ ۱۷ ستمبر کو جنیوا میں منعقدہ کانفرنس میں پاکستان کو دعوت نہیں دی گئی افسوس ناک ہے اور حکومتی وسفارتی سطح پر ناکامی کا مظہر ہے۔ انہوں نے کہا کہ کمزور سے کمزور مسلمان بھی ناموس رسالت پر مرمٹنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ سیدنا حبیب ابن زید انصاری رضی اللہ عنہ، غازی علم الدین شہید، عامر عبدالرحمٰن چیمہ اور غازی ممتاز قادری کا کردار زندہ رہے گا اور تا قیامت رہے گا۔ مجلس احرارِ اسلام کی قیادت نے کہا ہے کہ قانون توہین رسالت دراصل الہامی قانون ہے اور اس کا خاتمہ امریکی ایجنڈے اور اہداف میں سرفہرست ہے۔ چونکہ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر اس مسئلے پر فوراً اکھٹے ہو جاتے ہیں اس لئے عالمی طاقتیں ختم نبوت کے عظیم منصب کو ہی متنازعہ بنا دینا چاہتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس قانون کا خاتمہ دراصل پاکستان کی نظریاتی شناخت کو منہدم کرنے کے مترادف ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ یہ طرزِ عمل ہمارے حکمرانوں اور سیاستدانوں کی ملی بھگت کا نتیجہ ہے اور اس سلسلے میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ مسلم لیگ (ن)، پیپلز پارٹی اور تحریک انصاف کا طرزِ عمل ایک جیسا ہی ہے، جس کی مجلس احرار شدید مذمت کرتی ہے، انہوں نے کہا کہ رمشا مسیح کیس میں صدر زرداری اور حکومت کی مداخلت امریکی ایجنڈے کی تابعداری کا بدترین شاخسانہ ہے اگر مسیحی لڑکی واقعی قصوروار نہیں ہے تو معاملہ عدالت پر چھوڑ دینا چاہیے۔

قادیانیوں کو عبادت گاہوں کی سکیورٹی کے نام پر مزید 56 اسلحہ لائسنس مل گئے

مرزائیوں نے ہتھیار اکٹھے کر لیے، اسلحہ لائسنس فوری حاصل کرنے کے منکرین ختم نبوت کا اعلیٰ افسروں پر دباؤ، ایک ماہ میں تمام کام مکمل ہو گیا، لائسنسی اسلحہ کی آڑ میں ہزاروں گولیاں خریدی گئیں، محکمہ داخلہ پنجاب نے ماہ جولائی میں متعدد مراکز کے لیے لائسنس جاری کیے، قادیانیوں نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اسلحہ اکٹھا کرنا شروع کر دیا ہے۔ پہلے مرحلے میں مراکز کے نام پر اسلحہ لائسنس بنوائے جا رہے ہیں دوسرے مرحلے میں گولیوں کی تعداد میں حد سے زیادہ اضافہ کروایا جائے گا۔ ناجائز طریقہ سے ہزاروں گولیاں بھی خرید لی گئیں ہیں۔ محکمہ داخلہ پنجاب نے قادیانیوں کو اُن کی عبادت گاہوں کی سکیورٹی کے نام پر صرف لاہور کے ۱۴ مراکز کے لیے ۵۶ اسلحہ لائسنس جاری کر دیے ہیں۔ ذرائع کے مطابق محکمہ داخلہ کے افسروں پر دباؤ ڈال کر ایک ماہ میں یہ لائسنس جاری کرائے گئے۔ (روزنامہ خبریں ۳۱ ر جولائی ۲۰۱۲ء)

قادیانیوں نے عبادت گاہوں کی سکیورٹی کی آڑ میں مزید 107 اسلحہ لائسنس مانگ لیے

دوسرے مرحلے میں ۵۰۰ سے زائد اسلحہ لائسنس مانگے جائیں گے، ہزاروں گولیاں بھی خریدی جا چکی ہیں،

مرزائیوں کی سرگرمیاں بڑھنے لگیں، دارالصدر چناب نگر (ربوہ) کے لیے ۱۱۰ اسلحہ لائسنس، سنٹرل آفس کے لیے بھی ۱۰ لائسنس حاصل کرنے کی کوششیں تیزی سے جاری، چناب نگر کے لیے ۴۰ اسلحہ لائسنس اور لاہور شہر کے مختلف علاقوں میں قائم کیے گئے ۱۴ مراکز کے لیے ۱۶۷ اسلحہ لائسنس مانگے گئے ہیں۔ باوثوق ذرائع کے مطابق قادیانیوں نے اسلحہ اکٹھا کرنے کی مہم تیز کر دی ہے۔ اسلحہ لائسنس کے جلد حصول کے لیے قادیانیوں کی تنظیم نے محکمہ داخلہ کے اعلیٰ حکام پر دباؤ ڈال رکھا ہے جس کے باعث اعلیٰ افسران اسلحہ لائسنس فراہم کرنے کے لیے انتہائی پھرتیاں دکھا رہے ہیں، جس کے لیے محکمہ داخلہ پنجاب سے دارالصدر چناب نگر ربوہ کے لیے ۱۰ اسلحہ لائسنس، سنٹرل آفس کے لیے ۱۱۰ اسلحہ لائسنس، دیگر مراکز کے لیے بھی اسلحہ لائسنس کے حصول کی کوششیں تیز کر دی گئی ہیں۔ یاد رہے کہ گزشتہ ماہ میں قادیانیوں کے احمدی گروپ کو اُن کی عبادت گاہوں کی سکیورٹی کے نام پر صرف لاہور کے ۱۴ مراکز کے لیے ۵۶ اسلحہ لائسنس جاری کیے جا چکے ہیں۔ (روزنامہ خبریں ۶؍ اگست ۲۰۱۲ء)

''خبریں کی خبر پر ایکشن'' محکمہ داخلہ نے قادیانیوں کو اسلحہ لائسنس کے لیے مزید ۱۰۷ درخواستوں پر اعتراض لگا دیا

سیکرٹری داخلہ پنجاب نے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے لائسنس جاری کرنے کی اجازت دی تھی، ''خبریں'' کی جانب سے معاملہ اٹھانے پر تیز رفتاری کو بریک لگ گئی، نامکمل ایڈریس کے باوجود اسلحہ لائسنس جاری کیے جاتے رہے۔ اب فائلیں واپس، محکمہ خارجہ نے کوائف طلب کر لیے، محکمہ داخلہ کی جانب سے قادیانیوں کو ضروری معلومات اور مکمل کوائف کی فراہمی کے بغیر صرف سادہ درخواستوں پر ۵۶ اسلحہ لائسنس جاری کیے گئے تھے جس میں سیکرٹری داخلہ پنجاب نے خصوصی اختیارات استعمال کرتے ہوئے اسلحہ لائسنسوں کے اجرا کی اجازت دی تھی۔ خبریں میں قادیانیوں کو انتہائی تیز رفتاری سے بڑے پیمانے پر اسلحہ لائسنس جاری کرنے کی خبروں کی اشاعت پر مزید ۱۰۷ اسلحہ لائسنس کے لیے درخواستوں پر محکمہ داخلہ نے اعتراض لگا دیا ہے اور قادیانیوں کے مراکز کو فائلیں واپس بھیج کر کوائف مکمل کرنے کی ہدایات جاری کر دی ہیں۔ محکمہ داخلہ کی جانب سے ۹؍ جولائی ۲۰۱۲ کو جاری کیے جانے والے نوٹیفکیشن کے مطابق اسلحہ لائسنس کے حصول کے لیے گریڈ ۱۷ یا اس سے اوپر کے افسر سے تصدیق شدہ قومی شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی، تین تصاویر دو تصاویر پشت سے اور ایک سامنے سے تصدیق شدہ ادارے کے سربراہ کی جانب سے دستخط کی گئی درخواست، ادارے کے سربراہان کے ناموں کی فہرست، ادارے کے سربراہ کی جانب سے کم از کم ۱۰۰ روپے کی اسٹامپ پیپر حلف نامہ، مکمل پتہ، پولیس کی جانب سے کلیئرنس سرٹیفکیٹ (این او سی)، ڈی سی او کی جانب سے اجازت نامہ، ادارے کا مکمل پتہ فراہم کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے جبکہ قادیانیوں کی درخواستوں میں مذکورہ کوائف فراہم نہیں کیے گئے تھے۔ (روزنامہ خبریں ۷؍ اگست ۲۰۱۲ء)

دعائے صحت

☆ ابن ابوذر حافظ سید محمد معاویہ بخاری مدظلہٗ کی اہلیہ اور والدہ ماجدہ علیل ہیں۔ احباب و قارئین سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔

القاسم اکیڈمی کی تازہ ترین پیشکشیں

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

افادات: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہم

امام ترمذیؒ کی جامع السنن کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات جس میں والدین کے حقوق رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی، پڑوسیوں کے حقوق ہمسائیگی، بڑوں کا ادب واحترام، چھوٹوں پر رحمت وشفقت، بہنوں اور بیٹیوں کی تعلیم وتربیت، بیوی اور بچوں کی پرورش اور سرپرستی، یتیموں اور بیواؤں کی خبرگیری، ضعیفوں اور بے کسوں کے ساتھ ہمدردی، غلاموں اور خادموں سے لطف اور نرمی، مریضوں کی عیادت، مصیبت زدہ کی مدد اور ان سے تعاون نیز سلام کو عام کرنا، مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا، عفوو درگزر سے کام لینا، عہد کی پابندی کرنا، سچ بولنے کی عادت بنانا، الغرض ہر قسم کی خوش اخلاقی اور حسن معاشرت کی تعلیم دی گئی ہے اور ان اوصاف حسنہ کی فضائل اور ان پر مرتب ہونے والے اجروثواب کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ صفحات: ۴۰۰ سے زائد......

پیش لفظ: مولانا عبدالقیوم حقانی ...... جمع وترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی

ماہنامہ القاسم کی ۱۸ ویں خصوصی اشاعت

الامام الکبیر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ترتیب وتالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

ایمان افروز تذکرہ، روح پرور افکار، انوکھے اور دلچسپ حالات، علمی مآثر، امتیازات وکمالات، حیات وخدمات، حیرت انگیز واقعات، اخلاق وصفات اور سیرت وسوانح کا جامع مرقع۔ جدید اسلوب، نیا طرز تالیف، ابواب کا انعقاد، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ، مولانا محمد یعقوبؒ، مولانا عاشق الٰہیؒ، حکیم الامت حضرت تھانویؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ بالخصوص مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کی تحریرات کی روشنی میں، جدید دور کے تقاضوں کے عین مطابق ایک جامع، مکمل ایمان افروز داستان حیات......

صفحات: ۶۵۰ سے زائد قیمت: ۶۰۰ روپے

ماہنامہ القاسم کے نئے خریدار القاسم کا سالانہ چندہ ۳۰۰ + نصف قیمت: ۳۰۰ = ۶۰۰ روپے بھیجیں

بنیاد کا پتھر ...... مولانا عبدالقیوم حقانی کے سحر انگیز قلم سے

اپنے موضوع پر پہلی اور مستقل کتاب ...تنظیموں، جماعتوں، تحریکوں اور اداروں کے اصل روح رواں کارکن ہوتے ہیں، جن کی حیثیت "بنیاد کے پتھر" کی ہوتی ہے۔ کارکن کی محنت، لگن، اعلیٰ کارکردگی اور مخلصانہ کردار سے انقلاب واقع ہوتے ہیں۔ ایسے ہی ایک مخلص، جفاکش، نظریاتی، جواں سال اور وفادار رکن کی دلچسپ کارکردگی اور حیرت انگیز کردار اور ہمہ جہتی، فکر انگیز، سبق آموز تصنیف، تاریخ وتذکرہ اور علم وادب کا حسین مرقع منظر عام پر آ گئی ہے۔

صفحات: ۲۷۲ ...... قیمت: ۲۵۰ روپے

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ کے پی کے پاکستان Cell:0346-4010613

خطباتِ محسنِ احرار
ابنِ امیرِ شریعت مولانا **سید عطاء المحسن بخاری** رحمۃ اللہ علیہ

MP3 تیار

۱	سالانہ قدیمی مجلس ذکرِ حسین رضی اللہ عنہ	(1981 تا 1998)
۲	واقعۂ کربلا اور ہمارا موقف	(۱۲ تقاریر)
۳	شہادتِ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ پس منظر پیش منظر	(۹ تقاریر)
۴	سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عصرِ حاضر	(۱۴ تقاریر)
۵	سیرت طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارا کردار	(۱۷ تقاریر)
۶	سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم	(۱۴ تقاریر)
۷	توحید و شرک	(۱۷ تقاریر)
۸	ختم نبوت، حیاتِ عیسیٰ اور علامات قیامت	(۱۸ تقاریر)
۹	خطباتِ برطانیہ	(۱۸ تقاریر)
۱۰	اسلام، پاکستان اور سیاست	(۱۶ تقاریر)

حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۱ (۹ تقاریر) ۱۲ (۷ تقاریر)

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم

۱۳ (۹ تقاریر) ۱۴ (۷ تقاریر) ۱۵ (۱۰ تقاریر)

۱۶	سیرت خلفاء اسلام رضی اللہ عنہم	(۷ تقاریر)
۱۷	سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ناقدین	(۸ تقاریر)
۱۸	بیادِ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ	(۹ تقاریر)
۱۹	صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بے رحم ناقدین	(۱۶ تقاریر)

DVD Video's

سالانہ قدیمی مجلس ذکرِ حسین رضی اللہ عنہ 1998,1997,1996,1994,1991,1990,1987

- سیرت کانفرنس وجلوس چناب نگر ۱۲ ربیع الاول 1988
- ختم نبوت کانفرنس (لندن) 1987
- اسلام اور جمہوریت (پرانا برف خانہ، ملتان) 1996

صدائے احرار

دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان 061-4511961, 0300-8020384

دفتر مجلس احرار اسلام 69۔ سی، حسین سٹریٹ، وحدت روڈ، نیو مسلم ٹاؤن لاہور 0300-4240910

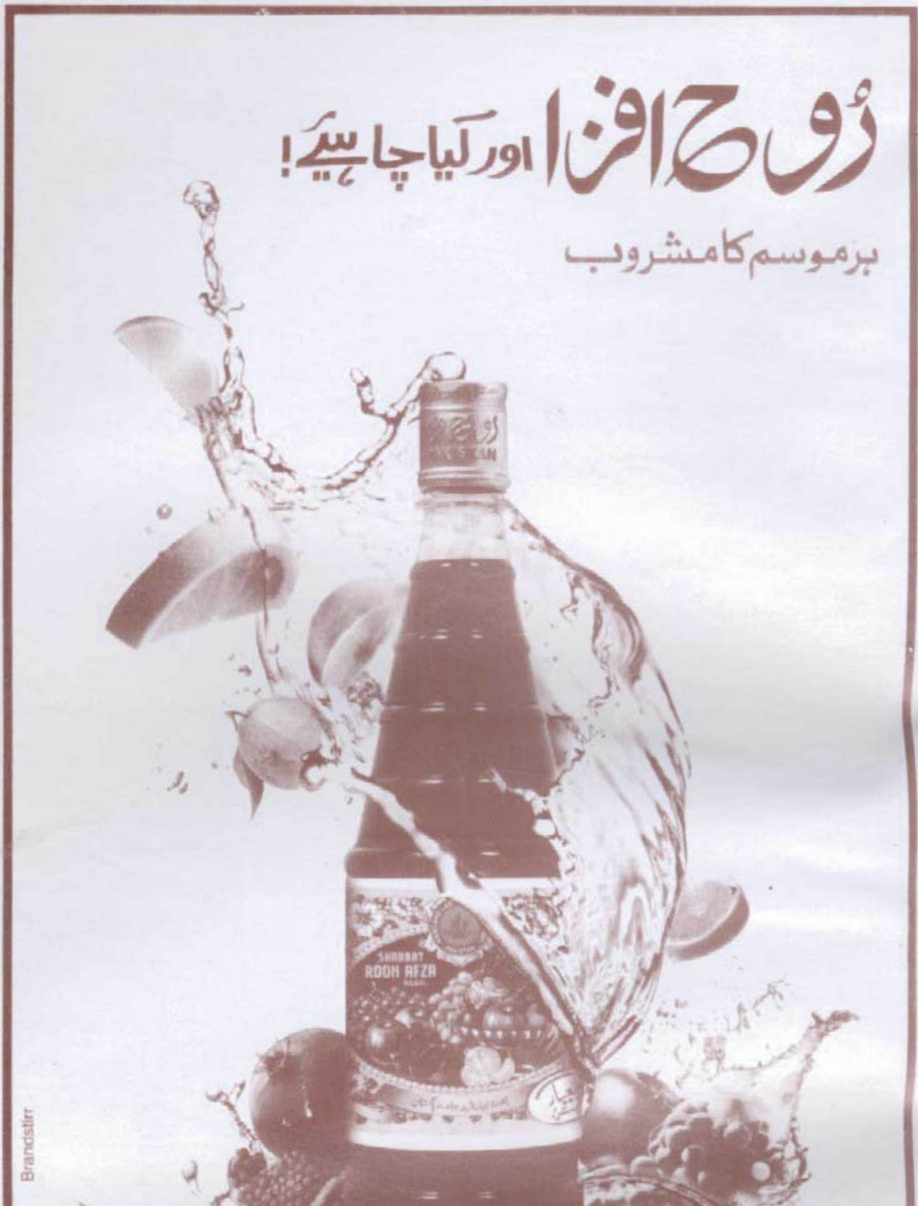
رُوح افزا اور کیا چاہیے!
ہر موسم کا مشروب
SHARBAT
ROOH AFZA
ہمدرد
Brandstirr
Brands of the year Award
IT'S ALL ABOUT CHAMPIONS
2011
Pakistan Standards

بیماری اور بیمار پرسی کی مسنون دعائیں

1. حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جس وقت ہم میں سے کوئی بیمار ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے:

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَآؤُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا۔

"دور کر تکلیف اے خلقت کے پروردگار اور شفا بخش تو ہی شفا دینے والا ہے۔ نہیں ہے شفا مگر آپ ہی کی طرف سے ایسی شفا دے کہ کسی قسم کی بیماری نہ چھوڑے۔" (مشکوۃ باب عیادۃ المریض فصل اول)

2. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار کے پاس تشریف لے جاتے تو اس طرح اس کی تسلی فرماتے۔

لَا بَاْسَ طَهُوْرٌ اِنْشَآءَ اللّٰهُ ۔ "کوئی حرج نہیں یہ بیماری تجھے گناہوں سے پاک کرے گی۔" (بخاری ومسلم)

3. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو یہ ارشاد فرمایا کہ مریض مقام درد پر ہاتھ رکھ کر تین دفعہ بسم اللہ کہے، پھر سات مرتبہ مندرجہ ذیل دعاء پڑھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے درد دور ہو جائے گا۔

اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَآ اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔ (مشکوۃ باب عیادۃ المریض فصل اول)

"میں پناہ لیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے غلبے اور اس کی قدرت کی ہر اُس تکلیف سے جسے میں پاتا ہوں اور جس کا مجھے آئندہ اندیشہ ہے۔"

4. بیماری میں مبتلا مریض کو دیکھ کر یہ دعا پڑھنے والا تندرست شخص اس بیماری میں مبتلا نہ ہوگا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيْلًا۔ (ترمذی)

"سب تعریفیں اس اللہ کی جس نے مجھے بچایا اس بیماری سے جس میں تجھے مبتلا کیا اور مجھے اپنی بہت سی مخلوق پر فضیلت دی۔"

5. جو کوئی چھینک کے بعد یہ کہا کرے تو اس کو دانت اور کان کے درد سے بچاؤ رہے گا۔ (حصن حصین ص ۱۶۳ و تحفۃ الذاکرین ص ۲۳۸)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ عَلٰی كُلِّ حَالٍ مَّا كَانَ "سب تعریفیں اللہ رب العالمین کیلئے ہر حالت پر جیسی بھی ہو۔"

6. پھلبہری، کوڑھ، پاگل پن اور تمام بری بیماریوں سے شفاء کے لئے یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبَرَصِ وَالْجُذَامِ وَالْجُنُوْنِ وَمِنْ سَیِّئِ الْاَسْقَامِ۔

"اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں پھلبہری، کوڑھ، پاگل پن اور تمام بری بیماریوں سے۔" (ابوداؤد)

7. زہریلے جانور، ہر نقصان اور ہر بیماری سے حفاظت کے لئے یہ دعا پڑھیں:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔ (مسلم)

"میں اللہ کے کامل کلمات کی پناہ چاہتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی۔"

8. بیماری سے بچنے کے لئے یہ دعا پڑھیں: **وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ** ۔ (شعراء: ۸۰) "اور میں جب بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفاء دیتا ہے۔"

9. دوا کھانے سے پہلے **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ** اس یقین کے ساتھ پڑھیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی برکت سے انشاء اللہ جلد شفا ہوگی۔

مرتبہ مولانا محمد امین معلم اسلامیات Tel:041-8814908

دعاؤں کے طالب

CARE PHARMACY

کیئر فارمیسی

Trusted Medicine Super Stores

Head Office: Canal View, Lahore